مقالاتِ شبلی

ناشران

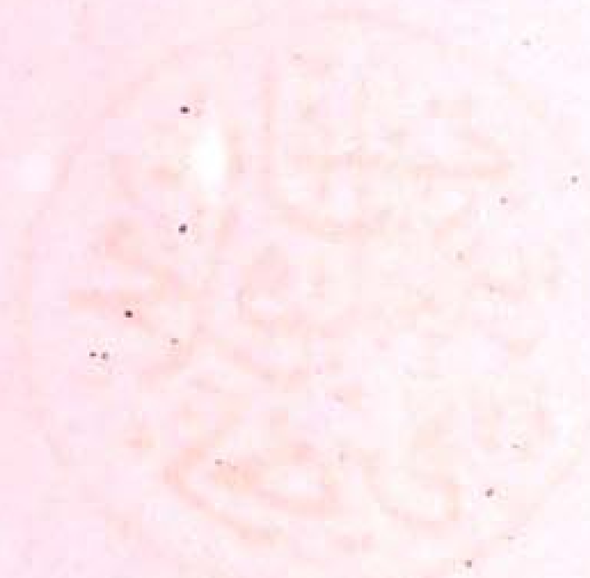

مقالاتِ خطاطی

حضرۃ سید نفیس الحسینی شاہ مدظلہ

ذخیرہ محمد اقبال مجددی

ترتیب

حافظ سید انیس الحسینی رحمہ اللہ

محمد راشد شیخ

الله
تحفہ
پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب
کی خدمت میں
بعد خلوص و احترام
محمد راشد شیخ
۱۸ / جنوری ۲۰۱۳ء
(کراچی)

ناشرانِ جناوران

3۔ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور

Marfat.com

136368

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہم کے مقالاتِ خطاطی ناشرانِ خاوَران
کے زیرِ اہتمام شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ، ستمبر ۲۰۰۶ء میں شایع ہوئے

ملنے کے پتے

مکتبہ نفائس القرآن نفیس منزل ۳/۱۷۷ کریم پارک لاہور
مکتبہ قاسمیہ ۱۷ الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور
مکتبہ سلطانِ عالمگیرؒ ۵ لوئر مال اُردو بازار لاہور
صفہ ٹرسٹ ۳ محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور
ادارہ فاطمیہ ۳۷ ساندہ روڈ لاہور

ادارۃ الانور بالمقابل جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی
مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اُردو بازار کراچی
فضلی بک سپر مارکیٹ اُردو بازار کراچی
ویلکم بک پوسٹ اُردو بازار کراچی

Marfat.com

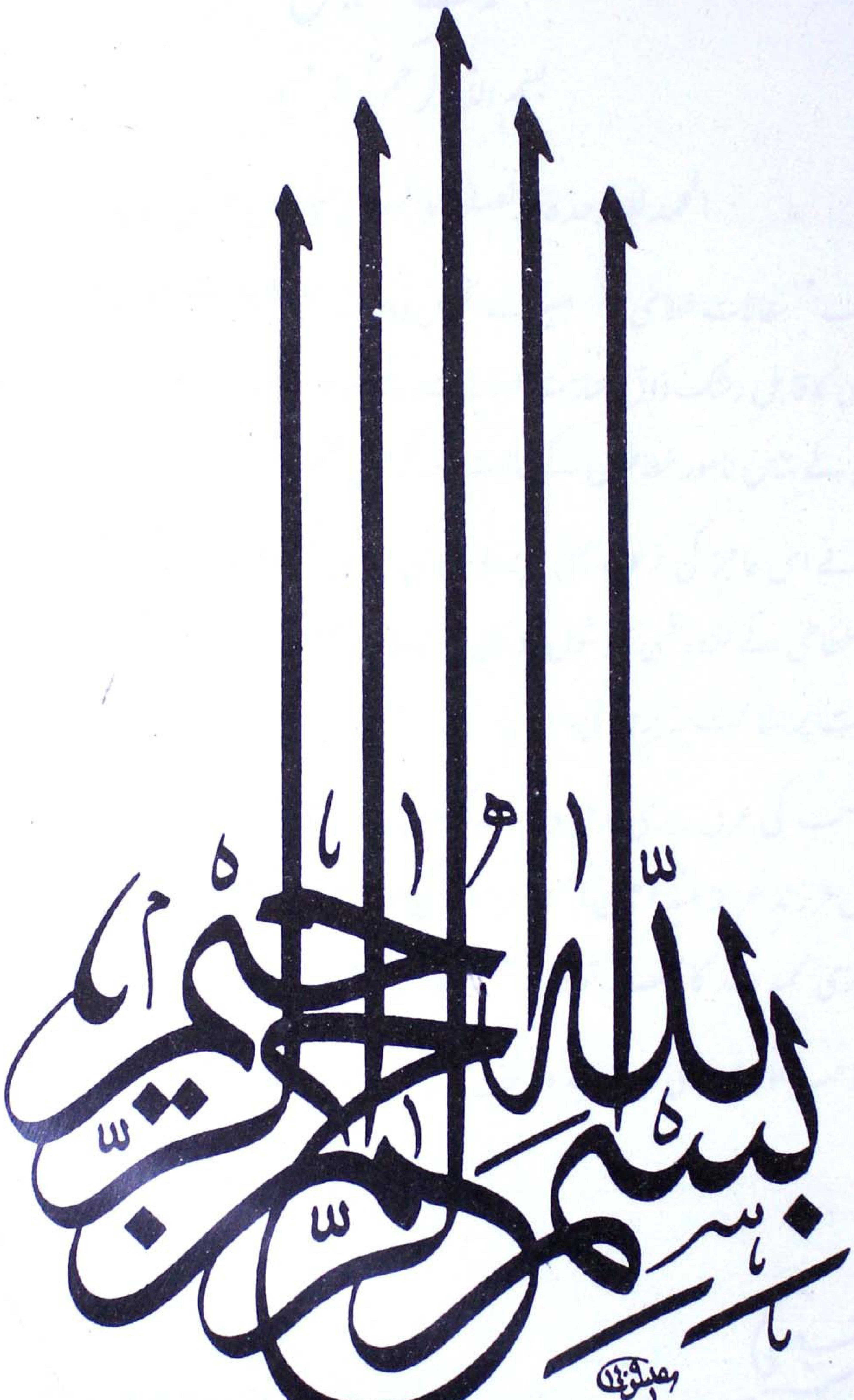

جدة : ١٢ شوال المكرم

Marfat.com

فہرستِ مضامین

حرفِ نفیس	۵
ناگفتہ نماند	۶
عرضِ مرتب	۹
سید نفیس الحسینی مدظلہ حالات و خدمات	۱۱
مقالاتِ خطاطی	۴۵
خطاطانِ قرآن	۴۹
خطاطی تاریخی عظمت کا شاہکار	۶۸
دبستانِ خطاطی	۷۵
خطِ کوفی کی خصوصیات	۷۷
خطِ نسخ کی خصوصیات	۷۸
خطِ نستعلیق کی خصوصیات	۷۹
ابنِ مقلہ	۸۱
ابنِ بواب،	۸۳
یاقوت مستعصمی	۸۵
میر علی تبریزی موجد خطِ نستعلیق	۸۶
اسلامی خطاطی اور اقسامِ خط	۸۷
تاریخ کتیبہ نویسی	۹۸
خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کا تقابلی جائزہ	۱۰۳
فنِ خطاطی کا ارتقاء	۱۰۶
فنِ خطاطی کو فروغ کیسے ہو؟	۱۱۰

Marfat.com

حرفِ نفیس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ

پیشِ نظر کتاب ''مقالات خطاطی'' میرے مخلص دوست محمد راشد شیخ صاحب نے ترتیب دی ہے، اُنھیں اللہ تعالیٰ نے خطاطی کا قابلِ رشک ذوق عنایت فرمایا ہے، پیشتر ازیں وہ ''تذکرۂ خطاطین'' بھی تالیف کر چکے ہیں جس میں عالمی سطح کے بیس نامور خطاطوں کے حالات لکھ کر اہلِ علم و قلم سے خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔

شیخ صاحب نے اس عاجز کی طرف بھی اپنے ذوق کی عنانِ تحقیق موڑی ہے، اس سلسلہ میں اُنھوں نے راقمِ سطور کے مقالاتِ خطاطی کے علاوہ فنی کاوشوں کو بھی ''ارمغانِ نفیس'' کے نام سے علحدہ ایک کتاب میں مرتب کیا ہے جو اپنے وقت پر اشاعت پذیر ہو گی۔

بلاشبہ شیخ صاحب کی عرق ریزی قابل داد ہے اُنھوں نے بڑی محنت سے بکھرے ہوئے فن پاروں کو جمع کیا ہے، اس سلسلہ میں فرزندِ عزیز سیّد انیس الحسن مرحوم کی اعانت بھی اُنھیں حاصل رہی، اب اس کتاب کی طباعت کے سلسلہ میں عزیزی محمد عابد کا مخلصانہ تعاون اُنھیں حاصل ہو رہا ہے۔

جناب شیخ صاحب اور عزیزی محمد عابد دونوں میرے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُنھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

نفیس الحسینی
۳ رجب المرجب
۱۴۲۷ھ

Marfat.com

نا گفتہ نماند

کسی بھی فن میں کما حقہ مہارت حاصل کرنے کے لیے اُس کی تمرین و ممارست کے ساتھ ساتھ اِس میں مکمل آگاہی حاصل کرنا از بس لازم ہے، نیز کسی بھی فن کو اَوجِ کمال تک پہنچانے کے لیے ضروری ہے صاحبِ فن اپنے فن کو علی الدوام و بالاستمرار جلا بخشتا رہے بقول علامہ اقبالؒ

رنگ ہو یا خِشت، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزہء فن کی ہے خونِ جگر سے نمود!

زیرِ نظر کتاب چونکہ اسلامی فنون میں سے ایک مایہء فخر و مباہات فن ''فنِ خطاطی'' سے متعلق مقالات پر مشتمل ہے اور صاحبِ مقالات ہیں چمنستانِ خوشنویسی کے ایک گلِ سر سبد ''حضرت سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب مد ظلھم'' اِس لیے سطورِ ذیل میں صاحبِ فن اور اِس فن سے آپ کے تعلق پر اپنی بات کی بجائےوطنِ عزیز کے چند معروف زیبا شناسوں کے اقتباسات پیش کرنے پر اکتفاء کرنا مناسب ہو گا

حضرت شاہ صاحب مد ظلھم کے حسنِ خط اور خوشنویسی پر ڈاکٹر اسلم انصاری صاؔحب کا یہ شعر پوری طرح صادق آتا ہے جو اُنھوں نے اپنی فارسی مثنوی ''نگارِ خاطر'' میں مصورِ مشرق عبد الرحمٰن چغتائی کے بارے میں فرمایا ہے

قلم بر صفحہ اِین نمط زد
بنقشِ رفتگان گوئی کہ خط زد

حضرت شاہ صاحب مد ظلھم کے اُستاذ، جناب ڈاکٹر عبادت بریلوی مرحوم و مغفور، جن کی بے لوث محبت واِخلاص یاد کر کے آپ آج بھی آبدیدہ ہو جاتے ہیں، آپ کی شخصیت کے بارے میں اپنی تصنیفِ مُنیف ''آہوانِ صحرا'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''اُن سے مل کر اور باتیں کر کے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دور دور تک چاندنی سی کھلی ہوئی ہے، اور حُسن و جمال کی بادِ نو بہار، اپنی تمام تر رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ میری نظروں کے سامنے محوِ خرام ناز ہے''

(آہوانِ صحرا صفحہ ۱۰۱)

Marfat.com

مزید آپ کے فن کے بارے میں رقمطراز ہیں

''شاہ صاحب بہت مشہور آدمی ہیں اور خوش نویسوں کے حلقے میں اُن کو نہایت عزت اور احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے ، لاہور کے بڑے بڑے خوشنویس اُن کی فنی صلاحیتوں کے معترف اور معتقد ہیں اور اُن کا نام لاہور کے صفِ اول کے خوشنویسوں ، عبد المجید پروین رقم ، تاج الدین زرّیں رقم اور یوسف سدیدی کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے''

(آہوانِ صحرا صفحہ ۹۵)

حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کے فنِ خطاطی اور تاریخِ خطاطی کے علم و مطالعہ سے متعلق مشہور آرٹسٹ اسلم کمال صاحب لکھتے ہیں۔

''ویسے تو ہر خط نفیس رقم کے دستِ ہنر کے لمس سے دمک اُٹھتا ہے مگر نستعلیق ، نسخ اور ثلث میں نفیس کے قلم کا بانکپن خاص طور پر دیدنی ہوتا ہے ، نفیس رقم نے تاریخِ فنِ خطاطی کا بھی عمیق مطالعہ کیا ہے متعدد مقالات لکھ کر اہلِ فن اور اہلِ علم کے لیے علمی رہنمائی کا سامان کیا ہے''

(اسلامی خطاطی - ایک تعارف صفحہ ۶۸)

صاحبزادہ غلام نظام الدین صاحب مرولوی مرحوم آپ کے فن کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

۔شاہ صاحب کی لکھی ہوئی تحریر ایک مکمل کاروانِ جمال اور جنتِ نگاہ ہے'' (۲۳)

(رسالہ جھلک بعنوان کاوزیرِ بے نظیر نمبر

ڈاکٹر محمود الحسن عارف صاحب نے شاہ صاحب کو نامور نعت گو شاعر ، صاحبِ قلم اور عہدِ حاضر کا سب سے بڑا خوشنویس لکھا ہے۔ (ماہنامہ الحق نومبر ۲۰۰۳ء)

ان حوالہ جات سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کو فنِ خطاطی کے رموز و اسرار سے کتنی اور کس درجہ کی واقفیت و آگاہی حاصل ہے اور آپ کی اِس فن میں کتنی ریاضت و محنت ہے کہ ہر طبقہ کے افراد آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں

حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کی شخصیت اور آپ کے فن کے متعلق محترم راشد شیخ صاحب نے اپنے مقالہ میں بھر پور انداز میں لکھ دیا ہے یہ ناچیز اس باب میں کچھ کہنا حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کی شان میں گستاخی خیال کرتا ہے کہ اس جیسا کم علم اور کوتاہ قلم حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کی عظیم شخصیت و فن کے بارے میں لب کشائی کی جسارت کرے

راقم سطور محترم راشد شیخ صاحب حفظہ اللہ کا مدیون و ممنون ہے کہ اُنھوں نے نا صرف اپنا حروف چینی (کمپوز) شدہ مبیضہ برائے اشاعت عنایت فرمایا نیز حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کی شخصیت و فن پر معلومات افزا مقالہ بھی تحریر فرمایا،

اِسی کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ صاحب مد ظلہم کا بھی سراپا سپاس ہے کہ آپ نے اپنے مقالات شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور کرم بالائے کرم یہ کہ تمام مقالات آپ نے بنفسِ نفیس سماعت فرمائے، ضروری ترامیم بھی تجویز فرمائیں، مقالات کی تدوین و ترتیب میں بھی رہنمائی فرمائی نیز بھائی انیس الحسن رحمہ اللہ کے جمع کردہ مقالات میں سے چند مقالات بھی برائے اشاعت عنایت فرمائے جو اس مجموعہ میں شامل ہیں

راقم سطور اپنے ادارہ ناشرانِ خاوَران کے مدیرِ محترم، جناب حاجی محمد عرفان شجاع بٹ صاحب حفظہ الرحمن کا بھی انتہائی سپاس گزار ہے کہ آپ نے ''مقالاتِ خطاطی'' کو شائع کرنے کا بصد شوق اہتمام فرمایا اور قدم قدم پر ہمکاری فرمائی، حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اُن کا تعاون میسر نہ ہوتا تو آپ جیسے ہنر مندوں اور فن کے قدر دانوں کے سامنے یہ گنجِ گرانمایہ پیش کرنے کی سعادت حاصل نہ ہوتی

اب جبکہ یہ مقالات خطاطی آپ کے دستِ مبارک میں ہیں تو آپ کے اور اُن کے درمیان مزاحم ہونا مناسب نہ ہو گا، حسنِ ختام کے طور پر اپنی عرضداشت کو جگر مرادآبادی مرحوم کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں

لاکھ ستارے ہر طرف، ظلمتِ شب جہاں جہاں
ایک طلوعِ آفتاب، دشت و چمن سر سر

محمد ...

۰۸ — ۱۴
۲۷ھ

Marfat.com

عرضِ مرتب

فنِ خطاطی مسلمانوں کا عظیم فن ہے۔ یہ انفرادیت صرف اور صرف مسلمانوں کو ہی حاصل ہے کہ انہوں نے نہ صرف مختلف خطوط ایجاد کیے بلکہ پہلے سے رائج خطوط میں ایسی ترامیم و اضافات کیے اور اُن کو اس قدر خوبصورت بنایا کہ تاریخِ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ فنِ خطاطی کوئی جامد فن نہیں بلکہ اُصول وقواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر عہد میں نامور خطاطوں نے مروجہ خطوط میں خوب خوب ترامیم کیں اور حسن وجمال کے نئے نئے پہلو تلاش کیے ،یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں میں ایک ہی خط کی مختلف اور خوبصورت شکلیں نظر آتی ہیں۔ خطِ نستعلیق کی ہی مثال لیں ، بر صغیر پاک وہند میں اس کے تین بڑے دبستان نظر آتے ہیں ،لاہوری نستعلیق دہلوی سے مختلف اور دہلوی نستعلیق لکھنوی سے مختلف ہے حالانکہ تینوں دبستانوں کا سلسلہ عبدا لرشید دیلمی اور وہاں سے میر عماد الحسنی تک پہنچتا ہے۔

ہمارے عہد میں جن اساتذہ نے فنِ خطاطی میں نمایاں خدمات انجام دیں اُن میں سیّد نفیس الحسینی مدظلہ کا نامِ نامی سر فہرست ہے۔ آپ ایک طویل عرصہ سے خاموشی لیکن مستقل مزاجی سے فنِ خطاطی کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آپ نے اپنے علم اور اپنے ہنر سے ہمیشہ دینِ اسلام کی خدمت کی ہے اور مخلوقِ خدا کو فیض پہنچایا ہے آج بھی نووارادانِ فن آپ سے فیض پا رہے ہیں شاہ صاحب کی فنِ خطاطی میں خدمات نصف صدی سے زائد کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں، شاہ صاحب کی فنِ خطاطی میں خدمات کا احاطہ کرنا ایک مشکل اور صبر آزما کام تھا ،اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کا کام اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ کرنا اب تقریباً ناممکن ہے۔ کمال یہ کہ اس قدر کام کرنے کے باوجود معیار کا بھی خیال رکھا اور جو بھی کام کیا خوب سے خوب تر کیا۔

شاہ صاحب کی خدمات کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ آپ واحد خطاط ہیں جنھوں نے مختلف اَدوار میں فنِ خطاطی کے مختلف پہلوؤں پر نہایت معلومات افزا مقالات لکھے۔ یہ مقالات نہ صرف تاریخِ خطاطی کی نادر معلومات سے بھرپور ہیں بلکہ ان سے ماضی قریب کے خطاطوں کے بارے میں بھی مفید معلومات ملتی ہیں۔ البتہ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان مقالات کو اسی تناظر میں پڑھنا چاہیے جس دور میں یہ لکھے گئے ،ایسے تمام مقالات کی حیثیت تاریخی ہے۔

پیشِ نظر کتاب میں بڑی کوشش اور تگ ودو سے یہ تمام مقالات حاصل کر کر پیش کیے گئے ہیں نیز فنِ خطاطی میں شاہ صاحب کی خدمات اور آپ کی انفرادی خصوصیات پر بھی طالب علمانہ انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

یہ کتاب راقم کی برس ہا برس کی کاوشوں کا ثمر ہے لیکن اب بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ ابھی اور بہت کچھ کیا جا سکتا تھا اور بقول غالب حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا، اگر یہ چیزیں جمع کرنے ہی میں عمرِ عزیز صرف کر دی جائے انھیں طبع کرا کے محفوظ کیسے کیا جائے گا؟ اور ان کا اِبلاغ کیسے ہوگا؟ اس خیال کے تحت یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے، اگر زندگی رہی تو ان شاء اللہ اس موضوع پر مزید کام کیا جائے گا۔ اس بارے میں اگر کوئی صاحب شاہ صاحب کے مزید نوادر عطا فرمائیں تو راقم ان کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوگا۔

تقریباً آٹھ سال قبل راقم کی تالیف ''تذکرہء خطاطین'' شایع ہوئی تھی جسے اَربابِ فن واہلِ نظر نے بے حد پسند کیا تھا ۔اب یہ کتاب اس اُمید پر پیشِ خدمت ہے کہ دیگر حضرات بھی فنِ خطاطی پر تحقیقی انداز سے کام کریں گے اور نوادر خطاطی کو خوبصورت انداز سے پیش کریں گے۔ماضی کے عظیم خطاطوں کا سنہرا دور اب کبھی نہ آئے گا لیکن ان کے نوادر کی حفاظت واشاعت سے ہمیں غافل نہیں ہونا چاہیے، زندہ اَقوام اپنے علوم وفنون اور اپنے ثقافتی ورثے کی نہ صرف حفاظت کرتی ہیں بلکہ انھیں فروغ بھی دیتی ہیں۔

اس کتاب کی طباعت کے مرحلے میں مجھے حافظ سیّد انیس الحسنؒ (بھائی انیسؒ) کی یاد بھی بے اختیار آرہی ہے اس میں شامل مقالات میں سے بعض انھی کے فراہم کردہ تھے۔ اللہ کو منظور یہی تھا کہ وہ اس کی طباعت کے وقت ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کام کی تکمیل میں ان کا تعاون اور اصرار بھی شامل رہا۔

اس کتاب کا آغاز راقم نے چند برس قبل کیا تھا، اس دوران خواہ راقم رہینِ ستم ہائے روزگار رہا یا اسیرِ کرم ہائے روزگار، اس کتاب کی تکمیل سے غافل نہ رہا۔ خدشہ تھا کہ اس میں مزید تاخیر ہو جاتی اگر ہمارے دوست اور نہایت شریف انسان محمد عابد صاحب اس کی اشاعت کا بیڑہ نہ اُٹھاتے، الحمد للہ اب یہ مجموعہء مقالاتِ خطاطی ناشرانِ خاوَران کے زیرِ اہتمام شایع ہو رہا ہے، اس کے بعد ان شاء اللہ شاہ صاحب کے نوادرِ خطاطی پر مشتمل خوبصورت مجموعہ بھی جلد شایع ہوگا۔

اس کتاب کی ترتیب میں فراہمی مقالات، تزئین، طباعت اور جلد سازی کے مراحل میں جن جن اَحباب نے معاونت کی راقم الحروف ان سب کا بہ صمیمِ قلب شکریہ ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)

محمد راشد شیخ

Marfat.com

سید نفیس الحسینی مدظلہ

حالات و خدمات

Marfat.com

Marfat.com

سیّد نفیس الحسینی مدظلّہ

حالات و خدمات

اجدادِ کرام

سیّد نفیس الحسینی مدظلہ اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطّاط اور شیخ طریقت ہیں۔آپ کا سلسلہء نسب قطب الاقطاب خواجہء دکن سیّد محمد حسینی گیسودرازؒ تک پہنچتا ہے۔سادات گیسودراز پنجاب کے مطابق آپ کا سلسلہء نسب یہ ہے:

سیّد نفیس الحسینی بن سیّد محمد اشرف علی بن سیّد بڈھن شاہ بن سیّد محمد شاہ حسینی بن سیّد شاہ محمد سلیم بن سیّد شاہ محمد صالح بن شاہ عبدالکریم حسینی مہاجر مکی بن سیّد شاہ گل محمد حسینی بن شاہ حفیظ اللہ حسینی بن شاہ اسد اللہ حسینی بن سیّد عبداللہ حسینی بن سیّد محمد صوفی حسینی گلبرگوی بن سیّد احمد حسینی بن خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی بن حضرت سیّد یوسف المعروف محمد اصغر حسینی گلبرگوی بن حضرت سیّد محمد حسینی گیسودراز قدس سرہ۔

حضرت شاہ حفیظ اللہ حسینیؒ سنہ ۱۱۳۴ ہجری میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آبسے تھے۔آپ کے صاحب زادے سیّد گل محمد حسینیؒ تھے۔سیّد گل محمد حسینیؒ کے صاحب زادے حضرت شاہ عبدالکریم حسینیؒ تھے جو موضع ننگل کملا (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں قیام پذیر تھے۔ایک روایت کے مطابق آپ مع اہل و عیال حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا،آپ تادم آخر وہیں رہے۔حضرت شاہ عبدالکریم حسینیؒ کے صاحب زادے حضرت شاہ محمد صالحؒ تھے جو عوام میں صالحوں شاہ کے نام سے مشہور تھے۔آپ عارف ربانی اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔موضع کرنگالی (تحصیل پسرور) میں آپ اکثر اوقات بسر فرماتے۔وہاں آپ نے ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر فرمائی جو تاحال موجود ہے۔تخمیناً آپ نے بارھویں صدی ہجری کے آخر یا تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں وفات پائی اور قبرستان کرنگالی میں مدفون ہوئے۔حضرت شاہ محمد صالح حسینیؒ کے ایک ہی فرزند تھے یعنی حضرت شاہ محمد سلیمؒ جن کا مسکن و مدفن موضع ننگل کملا ہی تھا۔حضرت شاہ محمد سلیمؒ کے دوسرے صاحب زادے شاہ غلام محمدؒ تھے،بڑے صاحب زادے حضرت سیّد محمد شاہؒ تھے جو ایک ولی کامل،متوکل علی اللہ درویش اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔آپ نے عمر کا بیشتر حصہ موضع الھڑ (تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ) میں گزارا۔آپ ہی کے زمانے میں امام المجاہدین حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین کے سکھوں سے معرکے ہوئے جن میں غازیان اسلام نے شجاعت،جان سپاری اور ایثار کی نئی تاریخ رقم کی۔حضرت سیّد محمد شاہؒ حاذق و کامل طبیب بھی تھے،آپ دوا اور دعا دونوں سے مخلوق خدا کو مستفید فرماتے۔آپ نے موضع الھڑ کے مشرق میں ایک مسجد بھی تعمیر فرمائی جو برسوں آپ کے اذکار و اشغال سے معمور رہی۔آپ کی وفات سنہ ۱۸۶۰ء کے کچھ ہی بعد ہوئی۔ (۱) ۔

Marfat.com

سیّد محمد شاہؒ کی دو ازواج سے چھ بیٹے تھے، آپ کی اہلیہ ثانیہ شاہ صاحب کی وفات کے بعد اپنے تین بیٹوں کو لے کر گھوڑیالہ غربی منتقل ہو گئیں۔ آپ کے صاحب زادے سیّد بڈھن شاہؒ نے عمر کا بقیہ حصہ گھوڑیالہ ہی میں گزارا جہاں آپ کا انتقال مورخہ ۱۴، مارچ ۱۹۱۴ء بوقت طلوع فجر ہوا۔ سیّد بڈھن شاہ کے سات صاحب زادے تھے جن میں پانچویں نمبر پر سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم تھے۔ آپ فن خطّاطی میں مہارت رکھتے تھے نیز طبیب بھی تھے۔ فن خطّاطی آپ نے اپنے تایازاد بھائیوں حکیم سیّد محمد عالم شاہ (ولادت ۱۶، محرم الحرام ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۷، نومبر ۱۸۸۳ء۔ وفات ۴، جمادی الثانیہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۸، جون ۱۹۴۳ء) (۲) اور حکیم سیّد نیک عالم شاہ (ولادت سنہ ۱۸۹۵ء۔ وفات مورخہ ۲۸، جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۸۷ھ مطابق ۴، ستمبر ۱۹۶۷ء) (۳) سے اکتساب فن کیا اور سنہ ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا۔ ۱۹۳۰ء میں آپ کا کتابت کردہ پہلا قرآن پاک مطبع قیومی (کانپور) سے شایع ہوا۔ ابتدا میں آپ صرف خط نستعلیق لکھتے تھے۔ خفی اور جلی نستعلیق میں آپ کا قلم جادو رقم تھا۔ بعد میں کتابت کلام الٰہی سے آپ کو خاص شغف ہو گیا اور صرف قرآن پاک لکھنے لگے۔ آپ نے زندگی میں سولہ مرتبہ قرآن پاک کی کتابت کی سعادت حاصل کی جن میں سے کچھ پارے تاج کمپنی نے بھی شایع کیے۔ تقسیم برصغیر سے کچھ قبل لاہور کے اشاعتی ادارے پبلشرز یونائیٹڈ نے کلام پاک کی اشاعت کے لیے جب مختلف خطّاطوں سے نمونے طلب کیے تو پورے پنجاب میں آپ ہی کے خط کو کلام پاک کی کتابت کے لیے بہترین قرار دیا گیا۔ اس کلام پاک کا متن آپ ہی نے کتابت کیا جبکہ ترجمہ کی کتابت منشی الماس رقم مرحوم نے کی تھی۔ کچھ عرصہ قبل مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی تفسیر معارف القرآن، مدرسہ الحسینیہ، شہداد پور، سندھ سے نہایت اہتمام سے شایع ہوئی ہے جس میں کلام پاک کا متن آپ ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامک پبلی کیشنز لاہور اور ادارہ بیان القرآن لاہور نے آپ کے کتابت کردہ مصاحف شایع کیے ہیں۔ آپ کا انتقال مورخہ ۳۰، ربیع الاول ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۸، اگست ۱۹۹۵ء کو لاہور میں ہوا اور تدفین قبرستان میانی صاحب، لاہور میں ہوئی۔

سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم کے چار صاحب زادے ہیں جن میں سب سے بڑے ہمارے ممدوح حضرت سیّد نفیس الحسینی مدظلّہ ہیں۔ آپ کے بعد علی الترتیب سیّد منور حسین زیدی، سیّد دلاور حسین جاوید اور سیّد محمد سرور حسین ہیں۔

ذاتی حالات

سیّد انور حسین نفیس رقم المعروف سیّد نفیس الحسینی مدظلّہ (۴) ۱۳، ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۱، مارچ ۱۹۳۳ء کو گھوڑیالہ (ضلع سیالکوٹ) میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا، اس وقت آپ کا گھرانہ فن خطّاطی کا بڑا مرکز تھا جس میں تین ماہر فن اساتذہ حکیم سیّد محمد عالم صاحب، حکیم سیّد نیک عالم صاحب اور سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم صاحب خطّاطی سے شغل رکھتے تھے۔ دور و نزدیک سے فن خطّاطی کے طالب گھوڑیالہ آ کر اس خانوادے سے اکتساب فن کرتے۔

Marfat.com

سیّد نفیس شاہ صاحب کو اوائل عمری ہی سے فن خطاطی سے خاص تعلق تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ جب آپ کے والد محترم کتابت فرماتے، آپ دائیں جانب کھڑے ہو کر انھیں کتابت کرتے دیکھتے۔ اس کے علاوہ فارغ اوقات میں اپنی انگلیوں نیز ٹھیکریوں اور لکڑی سے زمین پر مشق کرتے۔ زمانہء طالب علمی میں آپ کا خط اپنے ہم جماعتوں میں سب سے خوبصورت تھا، اسی وجہ سے دیگر طالب علم فرمائش کر کر کے اپنی کاپیوں پر آپ سے نام لکھواتے تھے۔ اسی دور کا واقعہ ہے کہ گھوڑیالہ کے ایک صاحب حافظ محمد علی جب دینی تعلیم کے حصول کے بعد واپس آئے تو زمانہ طالب علمی کے نوٹس کتابی شکل میں آپ سے قلمبند کرائے(۵)۔ ماضی قریب کے نامور نستعلیق نگار خطّاط العصر محمد صدیق الماس رقم بھی آپ ہی کے خانوادے کے شاگرد یعنی حکیم سیّد محمد عالم شاہ صاحب اور حکیم سیّد نیک عالم شاہ صاحب کے شاگرد تھے۔ جب وہ لاہور سے گھوڑیالہ آئے اور آپ کی کتابت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور آپ کے والد محترم کے سامنے آپ کی تعریف کی۔ اس زمانے میں آپ نے لیتھو کتابت کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ آپ نے ۱۹۴۶ء میں آریہ ہائی اسکول، بھوپالوالہ (موجودہ جناح اسلامیہ ہائی اسکول) سے مڈل کا امتحان پاس کیا (۶)۔

آپ ابھی دسویں جماعت میں داخل ہی ہوئے تھے کہ تقسیم بر صغیر عمل میں آئی۔ تقسیم سے کچھ ہی قبل آپ گھوڑیالہ سے فیصل آباد (سابقہ لائلپور) منتقل ہو گئے اور ۱۹۴۸ء میں سٹی مسلم ہائی اسکول، فیصل آباد سے میٹرک کا امتحان فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ اس کے بعد ۱۹۴۹ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں داخلہ لیا اور ایف۔اے تک تعلیم حاصل کی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے فن خطاطی کو بھی بطور ذریعہ معاش جاری رکھا۔ سب سے پہلے آپ کے والد مکرم نے آپ کو ''خطباتِ علمی'' کتابت کرنے کے لیے دیے جس کی آپ نے نسخ اور نستعلیق دونوں میں کتابت کی۔ اس کے بعد آپ نے سیرت کی معروف کتاب ''رحمۃٌ للعالمین'' مولفہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری حصہ اوّل کی کتابت کی جسے لاہور کے معروف ناشر کتب شیخ غلام علی اینڈ سنز نے شایع کیا۔ بعد ازاں آپ نے 'تاریخ گلدستہء پاکستان'' کی اس قدر عمدہ کتابت کی کہ فیصل آباد میں آپ کی کتابت کی شہرت ہو گئی اور لوگ کام لے لے کر آپ کے پاس آنے لگے۔ جب فیصل آباد سے روزنامہ انصاف جاری ہوا تو آپ نے پہلے شمارے کے پورے صفحے کے لیے علامہ اقبال کی مشہور نظم لا الٰہ الاّ اللہ کی کتابت کی، یہیں سے اخباری کتابت کا آغاز کیا۔ فیصل آباد سے نکلنے والے ایک اور روزنامے ''غریب'' کے ابتدائی زمانے میں بھی آپ نے کتابت کا کچھ عرصہ کام کیا(۷)۔

۲۳ ستمبر ۱۹۵۱ء کو شاہ صاحب فیصل آباد سے لاہور منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد منشی تاج الدّین زرّیں رقم سے تعارف ہوا جو آپ کے والد مکرم کے دوستوں میں تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور اسے شاہ صاحب اپنے متعدد مقالات میں بھی تحریر فرما چکے ہیں کہ آپ نے مشق و استفادہ صرف اور صرف اپنے والد مکرم ہی سے کیا اور زرّین رقم سے آپ کا تعلق استاد شاگرد کا نہیں بلکہ مشفق بزرگ کا تھا(۸)۔ اس حقیقت کو یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب زریں رقم سے ملاقات سے قبل ہی فن خطاطی میں مہارت حاصل کر چکے تھے اور فیصل آباد کی سطح تک نام بھی کما چکے تھے، آپ کا گھرانہ خود باکمال اساتذہ کا مرکز تھا اس صورت میں بقول شاہ صاحب ''جس کے گھر میں گنگا بہہ رہی ہو اسے کہیں اور جانے کی کیا ضرورت تھی''۔ حقیقت میں زریں رقم نے اس عہد کے دیگر

Marfat.com

نوجوان خطاطوں کی طرح آپ کی بھی سرپرستی فرمائی اور پہلے روزنامہ احسان اور پھر روزنامہ نوائے وقت میں بطور خطاط اعلیٰ ملازمت دلائی(۹)۔اس دور میں اخبارات میں خوبصورت اور خوش خط سرخیاں لکھنے کی روش چل نکلی تھی۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کا تقرر روزنامہ نوائے وقت میں بحیثیت خطاط اعلیٰ ہو گیاجہاں آپ نے اپنے فن کے خوب خوب جوہر دکھائے اور خط نستعلیق کے علاوہ نسخ، ثلث، طغرا، اور خط تاج میں کمال فن کامظاہرہ کیا(۱۰)اسی دور میں علامہ سید سلیمان ندوی ؒ کے انتقال کی جلی خبر آپ نے خط ثلث میں لکھ کر سرخی نویسی میں ایک نئے خط کا اضافہ کیا۔شاہ صاحب نوائے وقت میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک تقریباً پانچ سال بطور خطاط اعلیٰ رہے۔جب آپ نے نوائے وقت میں ملازمت کا آغاز کیا تو آپ کی عمر بہ مشکل ۱۹ برس اور اخبار چھوڑنے وقت محض ۲۳ برس تھی۔اس دور کو نصف صدی گزر چکی، اوراس درمیان نوائے وقت میں اور بھی خطاط آئے اور گئے لیکن اس اخبار کی تاریخ میں فن خطاطی کے لحاظ سے آپ ہی کا سنہری دور تھا،اب بھی فن خطاطی سے تعلق رکھنے والے حضرات شاہ صاحب کی نوائے وقت کے لیے لکھی خوبصورت سرخیوں کو یاد کرتے ہیں بلکہ بعض شوقین حضرات نے ان خوبصورت سرخیوں کو اب تک محفوظ رکھا ہے۔ان یادگار سرخیوں کا انتخاب ہم پیش نظر کتاب میں بھی پیش کر رہے ہیں۔

۱۹۵۶ء میں جب شاہ صاحب کی عمر محض ۲۳ برس تھی، آپ کو پاکستان خوش نویس یونین لاہور کا صدر منتخب کیا گیا۔اسی سال آپ نے نوائے وقت سے استعفادے دیا اور آزادانہ طور پر خطاطی کا کام کرنے لگے(۱۱)۔نوائے وقت سے استعفا شاہ صاحب کی فنی اور روحانی زندگی کا اہم موڑ ہے۔اس طرح آپ نے نہ صرف اخبار کی ملازمت سے استعفادیا بلکہ اس کے بعد تمام عمر کسی طرح کی ملازمت نہ کی۔نوائے وقت کے بانی اور اس وقت مدیر اعلیٰ حمید نظامی مرحوم، شاہ صاحب کی خطاطی کو بے حد پسند کرتے تھے اور خواہش مند تھے کہ آپ دوبارہ اخبار سے تعلق قائم کر لیں لیکن شاہ صاحب جو فیصلہ کر چکے تھے اس پر ثابت قدم رہے(۱۲)۔

۱۹۵۷ء شاہ صاحب کی زندگی کا اس لحاظ سے اہم ترین سال ثابت ہوا کہ اسی سال برصغیر کے نامور روحانی بزرگ اور شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری ؒ(وفات ۱۶، اگست ۱۹۶۲ء) سے بیعت ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوا۔یہ وہ شرف ہے جو شاہ صاحب کے نزدیک حاصلِ زندگی ہے(۱۳)۔

روحانی ارتقاء

حضرت شاہ صاحب کا ۴۸-۱۹۴۷ء میں قیام فیصل آباد میں اپنے ماموں مولانا سید محمد اسلم صاحبؒ کے ہاں رہا جو فاضلِ دیوبند تھے۔اسی دور میں آپ کا خصوصی تعلق جناب صوفی مقبول احمد صاحبؒ سے بھی تھا جو شاہ صاحب کے حقیقی خالو تھے۔صوفی صاحب، بقول شاہ صاحب وہ پاک نفس بزرگ تھے جن کی چھپن سال تک کبھی تہجد قضا نہیں ہوئی۔ان بزرگوں اور خاندانی اثرات کی بنا پر شاہ صاحب کا میلانِ طبع ابتدا سے ہی تصوف کی جانب تھا مگر حضرت رائپوری ؒ کی صحبت نے اس تعلق کو اس قدر گہرا کر دیا کہ آپ اہل اللہ کے رنگ میں رنگ گئے۔اس بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تحریر فرمایا:

Marfat.com

''وہ (شاہ صاحب) عین عالم شباب میں مولانا شاہ عبدالقادر رائپوریؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے، ان سے بیعت کرلی اور ان سے یہ ارادت اس قدر بڑھی کہ شاہ صاحب نے ان کے وطن رائے پور ضلع سہارنپور (۱۴) میں جاکر مہینوں قیام کیا اور ان کے زیر سایہ طریقت کی مختلف منزلوں سے آشنا ہوئے۔ چند سال قبل جب رائے پوری صاحب کا وصال ہوا تب بھی شاہ صاحب کی ارادت ان سے قائم رہی اور اب بھی قائم ہے۔ حضرت رائپوریؒ کی ذات گرامی کے ساتھ جو قرب انھیں حاصل رہا اس نے ان کی دنیا ہی بدل دی اور اس کی بدولت وہ روحانیت کی ایسی منزلوں سے ہم کنار ہوئے جو کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ایک خوش قسمت انسان ہیں،، (۱۵)۔

شاہ صاحب کے فنی اور روحانی مقام کے بارے میں مختلف حضرات نے لکھا ہے جن میں غلام نظام الدین مرلوی مرحوم بھی شامل ہیں۔ وہ اپنے مضمون ''فن کار سے ملیے'' میں لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب نے اپنے شیخ کی صفات کو کامل طور پر جذب کرلیا ہے۔ کم کھانا اور کم سونا، جاگتے ہوئے باوضو رہنا اور دوزانو بیٹھنا، یہ چیزیں مشائخ کی صحبت کے سوا کہاں سے حاصل ہوسکتی ہیں؟ شاہ صاحب دورانِ کتابت دایاں گھٹنا اٹھا کر اور بایاں تہ کرکے رکھتے ہیں اور ساتھ ہی زیر لب اوراد جاری رکھتے ہیں۔ گفتگو میں آواز دھیمی اور الفاظ قلیل استعمال کرتے ہیں۔ نفلی روزوں اور نفلی عبادتوں کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔ ہفت روزہ چٹان کے دفتر میں انھوں نے ایک کمرہ اپنے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ یہاں ان کے شاگردوں کی ایک جماعت اور ملنے والوں کا ہجوم اکثر دیکھا جاتا ہے لیکن شاہ صاحب کے معمولات اور شاگردوں کے حسنِ اخلاق کی وجہ سے وہاں ایک خانقاہی ماحول تشکیل پا گیا ہے جس میں نو وارد قلبی آسودگی اور روحانی بالیدگی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔،، (۱۶)

خطّاطی اور خطّاطوں کے لیے خدمات

۱۹۵۶ء میں نوائے وقت سے استعفٰی کے بعد آپ نے کبھی ملازمت نہیں کی اور آزادانہ طور پر خطّاطی کا کام کیا۔ ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک چٹان بلڈنگ کے ایک کمرے میں اور ۱۹۷۰ء سے ماضی قریب تک آپ گھر پر ہی نوادر خطّاطی کی تخلیق اور نو واردانِ فن خطّاطی کی تربیت کا کام کرتے رہے۔ اس وقت بھی فن خطّاطی کے شائقین آپ سے اصلاح کا تعلق قائم کیے ہوئے ہیں اور یہ چشمۂ فیض پچاس سال سے زائد عرصے سے برابر جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس عہد میں آپ کے علاوہ کسی اور خطّاط

Marfat.com

سے اس کثیر تعداد میں تلامذہ نے اکتساب فن نہ کیا، اسی طرح شاہ صاحب سے زیادہ کسی خطاط نے کتب کے سرورق نہیں لکھے۔ اس کثرت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ دنیا کی شاید ہی کوئی لائبریری ہوگی جس میں پاکستان کی مطبوعہ دینی و علمی کتب موجود ہوں اور ان میں شاہ صاحب کے خوب صورت خط میں کوئی نمونہ نہ ہو۔ اس حقیقت کا ادراک راقم کو بعض بیرونی ممالک کے کتب خانوں میں جا کر ہوا۔ چند ماہ قبل جب راقم کو عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی تو مسجد نبوی ﷺ اور روضہء رسول ﷺ پر حاضر ہونے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ مسجد نبوی ﷺ کے وسط میں ایک عمدہ کتب خانہ اور شعبہء مخطوطات بھی ہے۔ راقم جب وہاں حاضر ہوا تو کتب خانہ میں شاہ صاحب کے لکھے سرورق اور شعبہء مخطوطات میں شاہ صاحب کا لکھا متفرق خطوط میں درود شریف دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ خود پاکستان میں یہ عالم ہے کہ اس وقت شاہ صاحب کو فن خطاطی میں امامت کا مقام حاصل ہے، اگر کوئی اس فن پر تحقیق کرنا چاہے یا معلومات حاصل کرنا چاہے تو سب سے پہلے آپ ہی کا نامِ نامی ذہن میں آتا ہے۔ اس وقت پاکستانی خطاطوں کی اکثریت میں یا تو براہ راست آپ کے تلامذہ موجود ہیں، جنھوں نے آپ سے براہ راست اکتساب فن نہ کیا وہ بھی آپ کا احترام ایک بزرگ اور ایک استاد کی طرح کرتے ہیں۔

شاہ صاحب نے فن خطاطی اور خطاطوں کے لیے جو بیش بہا خدمات انجام دیں ان میں خطاطوں کے حقوق کی حفاظت اور ان کی مراعات کے لیے جدوجہد اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ آپ ۱۹۷۲ء میں پاکستان خوش نویس یونین اور عامل صحافی یونین کے مشترکہ صدر منتخب ہوئے۔ عامل صحافی یونین کی صدارت آپ نے ۱۹۷۸ء تک کی جبکہ پاکستان خوش نویس یونین کی صدارت یونین کی فعالیت تک آپ نے ہی کی اور آپ کے بعد اس کا کوئی صدر منتخب نہ ہوا۔ ان عہدوں پر فائز ہو کر آپ نے خطاط برادری اور اخباری کارکنوں کو بہتر گریڈ اور بہتر مراعات دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان عہدوں کے علاوہ آپ ۱۹۷۶ء میں پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کانفیڈریشن کے سینئر نائب صدر اور ۱۹۷۷ء میں آل پاکستان نیوز پیپرز ایمپلائز کنفیڈریشن کے صدر بھی منتخب ہوئے۔

فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں آپ کو جو اعزازات حاصل ہوئے ان میں حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف پرفارمینس ایوارڈ اور گولڈ میڈل، پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش خطاطی منعقدہ ۱۹۸۰ء میں اوّل انعام، قرآنی خطاطی کی کل پاکستان نمائش زیر اہتمام پاکستان پبلک ریلیشنز سوسائٹی لاہور منعقدہ ۱۹۸۲ء میں اوّل انعام شامل ہیں۔ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطاط ہیں جنھیں بغداد میں ۱۹۸۸ء میں منعقدہ عالمی مقابلہء خطاطی اور نمائش اور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن واقع استنبول کی جانب سے دوسرے عالمی مقابلہء خطاطی ۱۹۸۹ء میں بطور منصف (Member of Jury) مدعو کیا گیا۔ آپ دونوں مواقع پر تشریف لے گئے اور وہاں نہ صرف پاکستان کا نام روشن کیا بلکہ عالمی ماہرین خطاطی کو اپنے فن سے متاثر بھی کیا۔

Marfat.com

اخلاق و تعلیمات

یوں تو زندگی کے ہر شعبے میں اخلاقیات اور اخلاقی تعلیم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے بقول احمد شوقی

و لیسَ بِعامرٍ بُنیانُ قومٍ اِذَا اَخلاقھُم کانَت خَرابا

ترجمہ: جب لوگوں کے اخلاق خراب ہو جائیں تو اس قوم کی عمارت بے بنیاد ہو جاتی ہے۔

لیکن تاریخ فن خطاطی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اس پاکیزہ اور مقدس فن میں حصول کمال کے لیے باطنی پاکیزگی اور طہارتِ نفس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی چرب زبانی اور چالاکی سے عارضی مدت کے لیے کچھ نام کما لے لیکن جریدہء عالم پر ایک طویل مدت کے لیے اپنا نام ثبت کرانے کے لیے محض ریاضت اور مہارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطنی پاکیزگی بھی انتہائی ضروری ہے۔ اس حوالے سے جب ہم شاہ صاحب کی سادہ اور باشرع زندگی اور اخلاق پر غور کرتے ہیں تو نہ صرف خطاطوں بلکہ صوفیاء اور اہل اللہ میں بھی آپ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ آپ ان لوگوں میں نہیں جو دین پر عمل کرنے کی بجائے محض وعظ و نصیحت سے کام لیتے ہیں۔ آپ نے نہ صرف دین پر عمل کیا اور اخلاق کی نصیحت کی بلکہ خود نمونہ بن کر دکھایا۔ جو شخص بھی آپ کی صحبت میں خواہ کچھ عرصے ہی بیٹھا ہو، یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کے ہاں عمل پر کتنا زور دیا جاتا ہے، اور یہی حسن عمل کی وہ خوشبو ہے جس سے شاہ صاحب کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی مشام جاں کو معطر کرتے ہیں۔ حسن عمل کی ہی وجہ سے آپ کی گفتگو میں وہ تاثیر پیدا ہو گئی ہے کہ از دل خیزد بر دل ریزد کا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ راقم برس ہا برس کے مشاہدے کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ شاہ صاحب نے کبھی محض وعظ و نصیحت سے کام نہیں لیا بلکہ اس سے بڑھ کر خود کو عملی نمونہ بنا کر دکھایا ہے، اور یہی شاہ صاحب کی شخصیت میں جاذبیت اور کشش کا راز ہے۔

اس موضوع پر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی اپنے مضمون میں تحریر فرمایا:

> ''انھوں نے اپنے فکر و عمل سے بے شمار انسانوں کو صحیح راہ پر دینِ اسلام کا علم بردار اور راہِ تصوف کا مسافر بنایا ہے۔ ان کی شخصیت میں جو سادگی اور نرمی، جو اخلاص اور جو محبت اور جو شرافت اور انسانیت ہے، اس کی سحر کاری کا یہ اثر ہوتا ہے کہ جو شخص بھی ان کے قریب آتا ہے، اس کی دنیا ہی بدل جاتی ہے اور وہ شاہ صاحب کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔'' (۱۷)

شاہ صاحب نے نہ صرف فن خطاطی میں بلکہ عام زندگی میں بھی ہمیشہ اپنے عمل سے بلند کردار اور بلند اخلاق پیش کیا ہے۔ آپ کی مجلس کے حاضرین یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہتے کہ شاہ صاحب کو اپنے جذبات پر کس قدر قدرت ہے۔ مخالف خواہ کتنا ہی مشتعل کیوں نہ ہو، شاہ صاحب کبھی سخت زبان استعمال نہیں کرتے اور بالآخر اپنے بلند اخلاق اور جذبات پر قابو نیز مخالف کے ساتھ نرمی کے نتیجے میں اسے اپنا بنا لیتے ہیں۔

Marfat.com

جہاں تک فن خطّاطی کا تعلق ہے، اس فن کے طالب علم اس حقیقت سے بخوبی آ گاہ ہیں کہ ہر دور میں نامور خطاط وہی پاک نفس ہستیاں تھیں جو باطنی پاکیزگی کے زیور سے آراستہ تھیں یہ فن ہمیشہ صالحین کا رہا ہے جیسا کہ سلطان علی مشہدی فرماتے ہیں ہیں:

خط نوشتن شعارِ پاکان است
ہرزہ گشتن نہ کارِ پاکان است
داند آنکس کہ آشنائی دل است
کہ صفائیِ خط از صفائیِ دل است

ترجمہ: خوش خطی و خطّاطی پاک بازوں کا شعار ہے۔ الٹی سیدھی لکیریں کھینچنا نفیس لوگوں کا کام نہیں۔ ہر اہلِ دل یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ خط میں صفائی صفائیِ دل سے آتی ہے۔

شاہ صاحب کی فنی زندگی کا مطالعہ کرنے والے اس حقیقت سے بخوبی آ گاہ ہیں کہ آپ نے ہمیشہ یا تو نظریاتی کاموں کے لیے فن خطّاطی کو استعمال کیا یا خالص علمی و ادبی کاموں کے لیے۔ آپ نے ہمیشہ اپنے تلامذہ کو بھی نظریاتی اور دینی کاموں ہی کی نصیحت کی۔ کئی معروف مصنفین نے آپ سے اپنی کتب لکھنے کے لیے بڑی بڑی پیشکشیں کیں مگر آپ نے ہمیشہ ان سے معذرت ہی کی اور اپنے وقت کا بڑا حصہ دینی کاموں پر صرف کیا خواہ اس میں یافت کم ہی کیوں نہ ہوئی۔(۱۸)

نوادرِ خطّاطی

اس وقت شاہ صاحب کی خطّاطی کے متعدد نمونے قرآنی آیات، احادیث مبارکہ، قطعات، کتب کے ٹائیٹلوں کی شکل میں نہ صرف پاک و ہند بلکہ دنیا کہ ہر اس ملک میں پھیل چکے ہیں جہاں پاکستان کی مطبوعہ اردو، عربی، فارسی کتب موجود ہیں۔ اس سے قبل شاہ صاحب کی خطّاطی کے نمونوں کی مسجد نبوی ﷺ میں موجودگی کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں جب شاہ صاحب کی مجلس میں راقم نے اپنے اس مشاہدے کا ذکر کیا تو شاہ صاحب نے اس پر صاد کیا اور اس بارے میں دو دلچسپ واقعات سنائے: پہلا واقعہ یوں ہے کہ کئی برس قبل شاہ صاحب کا دہلی جانا ہوا، اس موقع پر اردو بازار نزد جامع مسجد میں واقع کتب خانہء انجمن ترقی اردو بھی تشریف لے گئے۔ کتابوں کی تلاش میں دیوانِ غالب کا ایک نسخہ بھی نظر آیا۔ شاہ صاحب اسے بغور دیکھتے رہے۔ جب صاحبِ کتب خانہ نے اس قدر غور سے دیکھنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرا ہی کتابت کردہ دیوانِ غالب مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی ۱۹۶۹ء کا عکس ہے جو علی گڑھ کے کسی ناشر نے چھاپا ہے۔ حقیقت میں شاہ صاحب کا کتابت کردہ نسخہ اپنی اعلیٰ خطّاطی کے لحاظ سے منفرد ترین ہے۔

دوسرا واقعہ کچھ یوں ہے کہ چند برس قبل عالمی ختمِ نبوّت کانفرنس میں شرکت کی غرض سے شاہ صاحب برطانیہ تشریف لے گئے، وہاں ایک روز دوران سفر نماز عصر کا وقت ہو گیا چنانچہ ایک چھوٹے سے قصبے کی چھوٹی مسجد میں نماز کے لیے اترے، بعد نماز امام مسجد سے تعارف ہوا جنھوں نے چائے کی دعوت دی، سب حضرات ملحقہ کمرے میں چائے نوشی کے لیے گئے۔اس کمرے میں کئی دینی کتب بھی موجود تھیں جن میں سے بیشتر کے ٹائیٹل شاہ صاحب کے خوبصورت خط میں تھے۔

ان دو واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے خطی نمونے کہاں کہاں پہنچ چکے ہیں۔خود راقم الحروف کو بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں کئی کتب خانوں کی زیارت کے مواقع حاصل ہوئے۔کوئی کتب خانہ ایسا نہ ملا جس میں اردو مطبوعات ہوں اور شاہ صاحب کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ وہاں نہ ہو۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا شاہ صاحب کے خط کے نمونے تقریبا تمام عالم میں پھیل چکے ہیں۔راقم اس موضوع پر برس ہا برس سے کام کر رہا ہے۔ان شاءاللہ شاہ صاحب کے نوادر خطاطی پر مشتمل خوبصورت مجموعہ بھی جلد شائع ہو گا اس کے علاوہ آپ کے خطی نوادر کی مختصر تفصیل یہ ہے:

کتب: دیوانِ غالب: دیوان غالب کے اس نسخے کو مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شایع کیا۔یہ نسخہ نہ صرف کتابت بلکہ صحت کلام کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔اس کی کتابت کے حوالے سے مرتب دیوان غالب مولانا حامد علی خاں لکھتے ہیں:

> ''اس کے حسنِ کتابت اور آرائش اوراق کے لیے ہم پاکستان کے نامور خطّاط حضرتِ نفیس رقم کے ممنون ہیں جن کی شبانہ روز محنت پر اس نسخے کا حرف حرف شاہد ہے۔''(۱۹)

کلام بلھے شاہ: کلام بلھے شاہ معروف طباعتی ادارے پیکیجز کی جانب سے ۱۹۷۶ء میں شایع ہوا،اس کی کتابت کو ابوالاثر حفیظ جالندھری نے ہیروں اور لعلوں سے زیادہ روشن تر کتابت قرار دیا تھا۔

شعرِ ناب: یہ اردو اور فارسی شاعری کا خوبصورت انتخاب ہے جسے غلام نظام الدین مرولوی نے مرتب کیا اور کتابت شاہ صاحب سے کرائی ،اس کی اشاعت ۱۹۶۸ میں ہوئی ۔

سیرت سید احمد شہید: یہ کتاب مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تالیف ہے،اس کے دوسرے حصے کی مکمل کتابت شاہ صاحب نے اپنے خوبصورت خط میں بڑی مہارت سے کی تھی۔افسوس ہے کہ یہ حصہ لیتھو میں چھپا لیکن آج بھی فنی لحاظ سے اس کی کتابت اپنی مثال آپ ہے۔ملاحظہ فرمائیے کتاب کی اشاعت ۱۹۷۴۔

صلوۃ وسلام کے عنوان سے اربعین درود شریف بھی شاہ صاحب کے قلم سے خط نسخ کی عمدہ مثال ہے۔

نفائس القلم: یہ شاہ صاحب کی خطاطی کے چند نمونوں پر مشتمل خوبصورت کتابچہ ہے جسے مکتبہء نفیس لاہور کی جانب سے ۱۹۷۱ء میں شایع کیا گیا۔

قطعات: مختلف خطوط خصوصاً ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی وغیرہ میں شاہ صاحب کے متعدد قطعات کی خوبصورت خطاطی کی۔ ان میں مختلف خطوط میں درود ابراہیمی، اسمائے حسنٰی، اسماء النبی ﷺ کے قطعات کے علاوہ قرآنی آیات اور ختم نبوت کے حوالے سے قرآنی آیات اور احادیث کے قطعات موجود ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا غیر مناسب نہیں کہ شاہ صاحب نے تبلیغ دین اور افادہ عام کی خاطر ان قطعات کی اشاعت کی عام اجازت دے دی ہے۔ جو صاحب چاہیں اور جتنی تعداد میں چاہیں انہیں شایع کر سکتے ہیں۔

بے شمار کتب کے ٹائیٹل مختلف خطوط میں۔ ان ٹائیٹلوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اب شاید ان سب کو جمع کرنا اور ان کی مکمل فہرست تیار کرنا ممکن نہیں، البتہ شاہ صاحب کی مخصوص طرز سے واقف اور خط شناس حضرات آپ کے خط کو بآسانی پہچان لیتے ہیں۔ ان ٹائیٹلوں کا ایک انتخاب پیش نظر کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

پاکستان کے دینی مدارس کی متعدد اسناد بھی شاہ صاحب ہی کے قلم سے ہیں۔

قرآن پاک کا ایک پارہ طبع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں قرآن پاک کے دو پاروں کی دوبارہ کتابت فرما چکے ہیں۔

تاج کمپنی کے مطبوعہ متعدد قرآنی نسخوں کے لیے الواح قرآنی شاہ صاحب ہی کے قلم سے ہیں۔

نقوش بر احجار: معرکہء باٹا پور ۱۹۶۵ء کے متعدد کتبے شاہ صاحب نے لکھے جو آج بھی دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔

اسلامی سربراہی کانفرنس منعقدہ ۱۹۷۵ء کے موقع پر دو کتبوں پر خطاطی جو آج بھی مال روڈ لاہور پر سمت مینار کے نزدیک دیکھے جا سکتے ہیں۔

متعدد مساجد کے کتبے مثلاً مسجد حضرت علیؓ (چوک موہنی روڈ لاہور)، مسجد فیض الاسلام (گنپت روڈ لاہور)، مسجد صلاح الدین (ٹمبر مارکیٹ لاہور)، مسجد چوہدری ہسپتال (شیش محل روڈ لاہور)، مسجد عثمان غنیؓ (موہنی روڈ لاہور)، کتبات صفہ ٹرسٹ (محمود سٹریٹ موہنی روڈ لاہور)، جامع مسجد جلالؒ (نوناریاں چوک گلشن راوی لاہور)، دار العلوم اسلامیہ (کامران بلاک اقبال ٹاون لاہور)، مسجد عائشہؓ (اسٹریچن روڈ کراچی)، لیاقت مسجد (بالمقابل خالق دینا ہال کراچی)، جامعہ قاسمیہ گوجرانوالہ وغیرہ وغیرہ۔

الواح مزار: قبرستان دار العلوم کراچی میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ، اہلیہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا نور احمد صاحب، مشرف حسین رضوی صاحب، محمد رضی عثمانی صاحب و دیگر حضرات کی الواحِ قبور، جامعہ خیر المدارس ملتان میں مولانا خیر محمد جالندھری صاحبؒ کی لوح مزار، قبرستان میانی صاحب لاہور میں پروفیسر حمید احمد خان، محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار، قبرستان گڑھی شاہو، لاہور میں حکیم سیّد نیک عالم شاہ صاحب کی لوحِ مزار، ڈاکٹر صوفی ضیاء الحق مرحوم کا سنگِ مزار، سخاکوٹ صوبہ سرحد میں مولانا عزیز گل شاگرد حضرت شیخ الہندؒ کی لوح مزار، دہلی میں مولانا عبد المنان کی لوح مزار۔

136368

Marfat.com

شیرانی ہال اوری اینٹل کالج لاہور کا پتھر جو صد سالہ تقریبِ ولادت حافظ محمود خاں شیرانی کے موقع پر ۱۹۸۰ء میں نصب کیا گیا۔

علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل لاہور) کے لیے اسٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی۔

الواحِ اخبارات و رسائل: شاہ صاحب نے مختلف اوقات میں جن جن اخبارات و رسائل کی خوبصورت الواح اپنے خوبصورت خط میں تحریر فرمائیں ان میں نوائے وقت، قومی ڈائجسٹ، البلاغ، انوارِ مدینہ، الخیر، بیّنات، صحافت، ختم نبوّت، الرشید، ندائے ملت، بادبان، رحیق، ندائے شاہی (مراد آباد انڈیا) وغیرہ شامل ہیں۔

ایوانِ اقبال کے لیے خطاطی: ایوانِ اقبال لاہور کے مرکزی ہال میں آویزاں علامہ اقبال کے تقریباً چالیس اشعار شاہ صاحب نے نہایت مہارت سے ڈبل پنسل سے خط نستعلیق میں لکھے، بعد میں الفاظ کے اندر اور بیرونی بادل میں رنگ آمیزی کی گئی اور کینوس کی یہ شیٹیں مرکزی ہال کی دیوار پر لگائی گئیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی بہت خوبصورت اور جاذب نظر ہو گئی ہے۔ ایوان اقبال ہی کی مسجد کے لیے شاہ صاحب نے ۹۹ اسمائے حسنیٰ بہ خط ثلث لکھے جنھیں بعد میں ٹائیلوں پر طبع کرایا گیا اور مسجد میں لگائے گئے۔ خطاطی کے یہ نادر نمونہ جات ''نفائس اقبال'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

کتابِ خطاطی: شاہ صاحب کے غیر مطبوعہ کاموں میں کتابِ خطاطی بھی شامل ہے۔ یہ کتاب آپ نے ۱۹۷۶ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر لکھی تھی اور حکومت نے اسے چاروں صوبوں کے لیے منظور کیا تھا۔ اس کے لکھنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ نویں اور دسویں جماعت کے طلبا و طالبات کے لیے فنِ خطاطی کا نصاب تیار کیا جائے۔ یہ کتاب برصغیر میں اپنی طرز کی منفرد تالیف تھی جس میں خط نسخ، نستعلیق اور کوفی کے قواعد مندرج تھے۔ افسوس ہے طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود اب تک اس مفید کتاب کو شایع نہ کیا گیا اور اب یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کتاب محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ کتاب محفوظ ہو تو ہم اربابِ ٹیکسٹ بک بورڈ سے پر زور گزارش کریں گے کہ اسے جلد شایع کیا جائے اور نصاب میں اسی طرح جگہ دی جائے جس طرح عالمِ عرب میں بچوں کو خطاطی بحیثیت لازمی مضمون پڑھایا جاتا ہے۔

شاہ صاحب کے خط کی مدد سے کراچی کی ایک کمپیوٹر پروگرامنگ کمپنی نے نستعلیق پروگرام بھی تیار کیا۔ پیش نظر کتاب بھی اسی پروگرام کے تحت کمپوز کی گئی ہے۔ اس پروگرام میں ابھی الفاظ کے جوڑوں اور پیوندوں میں اصلاح کی خاصی گنجائش موجود ہے اس کے باوجود اس وقت موجود نستعلیق کے تمام پروگراموں میں خطاطی و خوشنویسی سے قریب ترین یہی ہے۔ جدّہ سے شایع ہونے والا سعودی عرب کا پہلا اردو روزنامہ ''اردو اخبار'' اسی خط میں شایع کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ حکومتِ پاکستان کے جاری کردہ تمام نئے شناختی کارڈوں کے لیے بھی یہی خط استعمال کیا جارہا ہے۔ ایک معروف ٹی وی چینل ''جیو'' کے لیے بھی یہی پروگرام استعمال کیا جارہا ہے۔

Marfat.com

تلامذہ:

شاہ صاحب کے تلامذہ کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ برصغیر میں گزشتہ پچاس برسوں میں کسی اور خطاط کے تلامذہ اتنی تعداد میں نہ ہوئے۔آپ کے تلامذہ نہ صرف پاکستان بلکہ کئی بیرونی ممالک خصوصاً ممالک عربیہ میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔یہاں ہم آپ کے چند تلامذہ کا ذکر کریں گے:

۱۔ حافظ سیّد انیس الحسن حسینی: بھائی انیس شاہ صاحب کے صاحب زادے اور مروجہ تمام خطوط کے ماہر تھے۔فنی کمال کا یہ عالم تھا کہ ان کا خط ہو بہو شاہ صاحب کا خط معلوم ہوتا تھا۔شاہ صاحب کی مخصوص طرز (جس کا آگے ذکر آئے گا) کو سب سے زیادہ آپ ہی نے اپنایا اور اس طرز کو اپنے تلامذہ میں بھی رائج کیا۔آپ پہلے اردو بازار میں اور بعد میں گھر ہی پر خطاطی کا کام کرتے ۔خط اس قدر طاقتور اور قلم کی نوکیں اس قدر تیز رکھتے کہ حیرت ہوتی کہ قلم پر کس قدر قدرت ہے۔بھائی انیس ۸ / اکتوبر ۲۰۰۱ء کو ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر وہاں چلے گئے جہاں بالآخر ہم سب ہی کو جانا ہے۔ان کی خطاطی کے بے شمار نمونے الوح قرآنی، کتابوں کے سرورق، قطعات اور مختلف مساجد و مدارس کے پتھر اور پوسٹروں کی شکل میں آج بھی ان کی یاد دلاتے ہیں۔

۲۔ عبدالرشید قمر: آپ شاہ صاحب کے وہ شاگرد ہیں جنھوں نے دیگر کاموں کے علاوہ پوسٹر سازی میں ایک نئی طرز اور رنگ آمیزی کا خوبصورت اضافہ کیا۔آپ روزنامہ جنگ لاہور اور روزنامہ نوائے وقت لاہور میں بحیثیت خطاط اعلیٰ خدمات انجام دے چکے ہیں۔اس کے علاوہ آپ ڈیزائننگ کے بھی ماہر ہیں۔آپ ابتدا میں شاہ صاحب ہی کی طرز میں لکھتے تھے، بعد میں اپنی طرز تبدیل کر لی۔

۳۔ محمد جمیل حسن: آپ شاہ صاحب کے نامور شاگرد ہیں۔تمام خطوط میں یکساں مہارت رکھتے ہیں ۔جلی کے ساتھ ساتھ خفی نستعلیق اور نسخ کمال کا لکھتے ہیں۔آج کل جدہ کی ایک ایڈورٹائزنگ کمپنی میں بحیثیت خطاط خدمات انجام دے رہے ہیں۔

۴۔ حافظ انجم محمود

۵۔ منظور احمد انور

۶۔ محمد اصغر انیس

۷۔ سیّد ثقلین زیدی مرحوم

۸۔ سیّد طاہر زیدی

۹۔ الٰہی بخش مطیع

۱۰۔ محمد اسلام

۱۱۔ ظہیر الاسلام (سہارنپور)

۱۲- حافظ سراج احمد سعیدی ملتانی

۱۳- مسعود حسن علوی

۱۴- محمد نذیر انور

۱۵- عبدالوحید بن حاجی نور احمد۔ (حاجی نور احمد منشی تاج الدین زرّیں رقم کے ماموں اور استاد تھے۔)

۱۶- محمد طارق وارثی

۱۷- انور حسین باجوہ

۱۸- حافظ امان اللہ قادری

۱۹- حافظ منصور الحق

۲۰- نور محمد انیس

ان کے علاوہ آپ کے تلامذہ پاکستان کے تقریباً ہر علاقے میں موجود ہیں۔ بیرونی ممالک کے تلامذہ جنھوں نے دینی تعلیم کے دوران آپ سے فن خطّاطی میں استفادہ کیا ان میں بنگلہ دیش، برما، افغانستان اور ایران کے متعدد طلبہ شامل ہیں جو تعلیم کی تکمیل کے بعد اپنے اپنے ممالک میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

طرزِ نفیس

خط نستعلیق کے موجد و مخترع میر علی تبریزی تسلیم کیے گئے ہیں۔ دیگر خطوط اسلامی کی طرح ہر دور میں خط نستعلیق میں بھی اساتذہ فن نے اصول و قواعد کے دائرے میں رہتے ہوئے خوب اختراعات کیں اور حسن و جمال کے نئے نئے پہلو تلاش کیے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری خطّاطی کوئی جامد فن نہیں بلکہ اصل خطّاطی (جسے بعض لوگ روایتی خطّاطی بھی کہتے ہیں) اور بے اصولی خطّاطی (مصورانہ خطّاطی یا ماڈرن خطّاطی) کے درمیان بنیادی فرق یہی ہے کہ بے اصولی خطّاطی میں سہل انگار اور مشق و ریاضت سے بھاگنے والا ہر شخص بزعم خود ایک نئی طرز کا مالک بن جاتا ہے، اس طرز کا نہ تو ماضی کی روایت سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی متاثر کرنے کی صلاحیت اس لیے ہر جدید طرز اپنے موجد کے ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے اور اس کو آئندہ آنے والے اختیار نہیں کرتے۔ اس کے بالمقابل اگر اصل خطّاطی کی تاریخ پر غور کیا جائے تو ہمیں نظر آئے گا کہ ابتداءً ہر طالب علم خوب محنت سے مروجہ طرز پر عبور حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر اس میں اجتہادی صلاحیتیں ہیں تو وہ انھیں کام میں لاکر اور غور و تفحص سے کام لے کر مروجہ طرز میں ایسی خوب صورت تبدیلیاں لاتا ہے کہ وہی طرز مزید خوبصورت ہوجاتی ہے اور اسے قبولِ عام کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ بعد میں آنے والے خطّاط اسی طرز کی پیروی کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔ ایسا ہر دور میں ہوا ہے لیکن اصول و قواعد کے دائرے میں رہتے

Marfat.com

ہوئے۔مثال کے طور پر عالم اسلام کے نامور خطاط ابن مقلہ،ابن البواب،یاقوت المستعصمی،شیخ حمد اللہ،حافظ عثمان،سامی آفندی،استاد حامد الآمدی،محمد یوسف دہلوی،عبدالمجید پرویں رقم اور سیّد نفیس الحسینی نے اپنے اپنے زمانے میں مروجہ طرزوں میں حسن و جمال کے نئے نئے پہلو اختیار کیے اور ان کی اصلاحات کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہوا۔اس کے مقابلے میں مصورانہ خطاطی کے ایک معروف نام صادقین کی مثال ہی کافی ہے جن کی عجیب و غریب طرز کو ان کی زندگی میں چند لوگوں نے پسند تو کیا مگر آج اس طرز میں کام کرنے والا کوئی نہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں جن حضرات نے نستعلیق میں اپنی مخصوص طرزیں ایجاد کیں ان میں محمد یوسف دہلوی،عبدالمجید پرویں رقم اور سیّد نفیس الحسینی کے نام نمایاں ہیں۔شاہ صاحب کی طرز کو ہم طرزِ نفیس کا نام دے سکتے ہیں۔اس طرز سے متعلق آپ اپنے مضمون ''سوانحی خاکہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''راقم الحروف نے عربی خطوط میں عراق،مصر اور ترکی کے قدیم و جدید خطاطوں کی تحریروں سے خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔نستعلیق میں میری روشِ خاص ہے جس میں ہند پاکستانی اور ایرانی نستعلیق کا حسین امتزاج ہے۔بحمد اللہ تاریخِ خطاطی کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے، تحقیقی مضامین بھی لکھے ہیں۔خطاطی اور دیگر علوم و فنون پر ایک جامع کتب خانہ پاس موجود ہے۔''(۲۰)

شاہ صاحب کے فنی مقام کے معترف نہ صرف شائقین خطاطی رہے ہیں،بلکہ اس فن کے رموز سے واقف حضرات اور معروف خطاطوں نے بھی آپ کی فنی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔انھی حضرات میں حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم بھی شامل تھے۔ایک موقع پر آپ نے شاہ صاحب کی مخصوص طرز اور اس میں فنی خوبیوں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا:

''یہ شخص(شاہ صاحب) نستعلیق کا استادِ اجل اور عالمِ بے بدل ہے۔میں جب اس کا لکھا ہوا دیکھتا ہوں تو حظ اور حظ سے حیرتِ حسن کے مقام میں کھو جاتا ہوں،ایک نشہ سا مجھ پر چھا جاتا ہے۔میر انیس کی شاعری میں سلاست اور فصاحت کا جو مقام ہے وہی کیفیت اس شخص کے زورِ قلم میں ہے اور اس کے لکھے ہوئے نستعلیق میں دریا کے مستانہ ٹھاٹھ کی طرح ایک بے تحاشہ فطری سلاست اور زور دار بہاو ہے۔یہ شخص نہ صرف سریع القلم ہے بلکہ بدیع القلم بھی ہے۔''(۲۱)

اسی موقع پر حافظ صاحب مرحوم نے شاہ صاحب کے فنی مستقبل کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی:

''اس شخص کے کمالات آئندہ زمانے میں آسمانی کواکب کی طرح جگمگ جگمگ فروزاں ہوں گے۔ایک نادر قسم کی عظمت اور ایک جاودانی شہرت اس شخص کے قلم سے اپنی

Marfat.com

بیعت ارادت محکم و استوار کر چکی ہے۔لوگ اس تجارتی دور کی عاجلانہ ضروریات کے تحت اس شخص کے جمال و کمالِ فن اور اس کے درخشندہ مضمرات کو ہنوز بخوبی تشخیص نہیں کر سکے،ورنہ یہ شخص وہ ہے کہ خطِ نستعلیق خود اس کے قلم سے منسوب ہو کر اپنے مقدر پر فخر و ناز کرے گا۔''(۲۲)

ایک موقع پر شاہ صاحب کے علمی ذوق اور طرز نفیس میں غلام نظام الدین مرحوم نے یوں اظہارِ خیال کیا:

''شاہ صاحب کے لکھے ہوئے نستعلیق کے بہت سے نمونے دیکھ چکنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شاہ صاحب نستعلیق کے مجددِ اعظم ہیں۔ان کی سعیِ بلیغ اور فکرِ بلند نے پروینی نستعلیق میں اصلاح و ترمیم کی اتنی مہم چلائی ہے کہ اب ہم نستعلیق کو طرزِ نفیس سے نامزد کرنے پر مجبور ہیں۔شاہ صاحب کی لکھی ہوئی تحریر ایک مکمل کاروانِ جمال اور جنت نگاہ ہے۔جو ہے،جہاں ہے وہیں حرفِ آخر ہے ۔''(۲۳)

طرزِ نفیس کیا ہے؟ اس طرز کو معلوم کرنا اور شاہ صاحب کی نستعلیق میں کی گئی اختراعات سے آ گاہی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے خط کا بہ غور مشاہدہ کیا جائے اور اس کا موازنہ دیگر خطاطوں کے خط سے کیا جائے۔یہ مشاہدے کی چیز ہے ،اسے الفاظ میں بیان کرنا اتنا آسان نہیں البتہ قارئین کرام کی دلچسپی کے لیے ہم یہاں طرزِ نفیس کی چند نمایاں خصوصیات کی طرف اشارہ کریں گے۔

- طرزِ نفیس میں نقطے لکھنے کا طریقہ بالکل منفرد ہے۔اگر ایک نقطہ لگانا ہو تو اس میں خم نہیں دیا جاتا جبکہ دو نقطوں کی صورت میں پہلا خم دار اور دوسرا بلا خم لکھا جاتا ہے جبکہ طرز پروینی میں دونوں نقطوں میں خم دیا جاتا ہے۔
- طرز نفیس کے جوڑ اور پیوند طرز پروینی کے مقابلے میں زیادہ باریک ،نازک اور خوب صورت ہیں جس سے دیکھنے والے پر خاص اثر پڑتا ہے۔
- طرز نفیس میں مد کو نہایت خوب صورت شکل دی گئی ہے جس کے حسن کا اندازہ دوسرے خطّاطوں کی لکھی مدوں اور اس طرز میں لکھی مد کے مابین موازنہ سے کیا جاسکتا ہے۔
- طرز نفیس میں ابجد کے درج ذیل حروف میں بنیادی تبدیلی کی گئی ہے جس سے ان کے حسن میں بہت اضافہ ہو گیا ہے:

ب،پ،ٹ،ث،ف وغیرہ: طرز پروینی میں ان حروف کا نچلا حصہ گولائی نما ہے جبکہ طرز نفیس میں اس گولائی کو ذرا کم کر کے سیدھا پن پیدا کیا گیا ہے جس سے ان حروف میں بصری خوبصورتی پیدا ہو گئی ہے۔

د،ذ،ڈ،و:ان حروف کے لکھتے وقت پہلے پورے قلم سے اوپر کا حصہ بنایا جاتا ہے، اس کے بعد قلم کی نوک سے نیچے کا حصہ مکمل کیا جاتا ہے۔طرز نفیس میں اس نچلے حصے کو نئی شکل دی گئی ہے جس سے یہ حروف مزید خوب صورت ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

ع،غ،ء:طرز نفیس میں ان حروف کے سروں میں ذرا تبدیلی کر کے انھیں مزید موٹا کیا گیا ہے۔

م: یہ حرف طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔م بنانے کے لیے قلم کو خم دار نقطے کی شکل میں گھمایا جاتا ہے۔طرز نفیس میں نقطے کے بعد والے خم کو اوپر سے موڑنے کے بجائے ذرا نیچے سے موڑا جاتا ہے جس کی وجہ سے م کی جو شکل بنتی ہے وہ انتہائی خوب صورت ،منفرد اور قابل دید ہے۔

ی: م کی طرح ی بھی طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔اس طرز میں اس حرف کے سر میں ذرا تبدیلی کر کے اسے مزید گہرا کیا گیا ہے نیز اس حرف کے اوپری خم کو اس قدر خوبصورت بنایا گیا ہے کہ دیگر تمام طرزوں میں اس قدر خوبصورت ی موجود نہیں۔

مفردات کی طرح مرکبات میں بھی طرز نفیس کی بعض انفرادی خصوصیات ہیں۔یہاں ہم ایک مرکب لفظ ''بی'' اور اس کے دوسرے ہم شکل الفاظ کا ذکر کریں گے۔اس لفظ کی گردن یا ابتدائی حصہ طرز نفیس کی نمایاں پہچان ہے۔اس طرز میں اس کی گردن ذرا لمبی اور صراحی دار بنائی گئی ہے جس سے اس کے جمالیاتی حسن میں بے حد اضافہ ہو گیا ہے۔ -اگر طرز نفیس کی سطروں پر غور کیا جائے تو ان میں ایک فطری بہاؤ نظر آئے گا۔اس طرز میں ہر حرف اپنی نشست کی کرسی میں کامل اور موزوں نظر آتا ہے۔

یہاں یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ طرز نفیس کی یہ انفرادی خصوصیات راقم نے ذاتی مشاہدے کی بنا پر دریافت کیں ہیں۔افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ہاں اب تک فن خطّاطی کو تحقیقی موضوعات میں شامل نہیں کیا گیا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ صرف خط نستعلیق بلکہ دیگر خطوط پر بھی تحقیق کی جائے اور شاہ صاحب و دیگر نامور خطّاطوں نے انمیں حسن وجمال کے جو نئے نئے پہلو اجاگر کیے ہیں انھیں دریافت کیا جائے۔اس طرح کی تحقیق ممالک عربیہ،ایران اور ترکی کی جامعات میں کی جاتی ہے اور نتائج تحقیق کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جاتا ہے۔

علمی ذوق

شاہ صاحب ایک خطّاط و شیخ طریقت ہونے کے باوصف نہایت ستھرا علمی ذوق رکھتے ہیں۔آپ ایک وسیع اور نادر کتب خانے کے مالک ہیں جس میں دیگر علوم کے علاوہ خطّاطی اور تصوف کی نایاب اور کمیاب مطبوعات و مخطوطات بھی موجود ہیں۔آپ کئی کتب کے مصنف اور مرتب ہونے کے علاوہ ایک صاحبِ کمال شاعر بھی ہیں،اس کے علاوہ آپ کو فن تاریخ نگاری سے بھی خاص شغف ہے۔آپ تشنگانِ علم کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں اسی وجہ سے آپ کے کتب خانے سے استفادہ کرنے والوں کی کثیر تعداد ہے جن میں علماء و فضلاء کے علاوہ کالجوں اور یونیورسٹی کے اساتذہ اور طالب علم بھی شامل ہیں۔راقم الحروف نے پی ایچ ڈی کے بعض مقالہ نگاروں کو بھی آپ کے ہاں دیکھا ہے جنھوں نے اپنے مقالات کی تکمیل کے لیے شاہ صاحب کا تعاون حاصل کیا اور آپ کے کتب خانے سے استفادہ بھی کیا۔راقم پی ایچ ڈی کے بعض ایسے مقالہ نگاروں سے واقف ہے جن کے لیے شاہ صاحب نے نہ صرف خود بھر پور مدد فراہم کی بلکہ بیرون ممالک سے بھی متعلقہ تحقیقی مواد کے حصول میں معاونت فرمائی۔یہاں اس تلخ اور افسوس ناک حقیقت کا

Marfat.com

اظہار بھی کیا جاتا ہے کہ شاہ صاحب کی محبت، شفقت اور نرم مزاجی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے کتب خانے کے نہایت قیمتی نوادر چوری بھی کیے جاچکے ہیں۔

شاہ صاحب کے علمی اور فنی مقالات اور شاعری مختلف اخبارات و رسائل میں چھپتی رہی ہے۔پیش نظر کتاب میں ہم آپ کے فن خطاطی سے متعلق مقالات پیش کر رہے ہیں۔ان مقالات کے مطالعے سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس موضوع پر شاہ صاحب کا کام بالکل منفرد ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے خطاطوں میں صرف اور صرف شاہ صاحب ہی ہیں جنھوں نے اس قدر عمدہ اور معلومات افزا مقالات لکھے ہیں جن کے مطالعے سے اس فن کے کئی گوشے جو نظروں سے اب تک اوجھل تھے، منظر عام پر آئے ہیں۔راقم الحروف کی ناچیز رائے میں شاہ صاحب کے یہ مقالات ہی نہیں بلکہ ان میں آپ نے اسلامی خطاطی کی تاریخ محفوظ کر دی ہے۔فن خطاطی کے علاوہ دیگر موضوعات پر شاہ صاحب کے لکھے مقالات کو جمع کر کے کتابی شکل دی جاسکتی ہے۔

تاریخ نگاری

شاہ صاحب ایک ماہر خطاط ہونے کے باوصف ایک قادر الکلام شاعر بھی ہیں۔آپ کی نعتوں اور قطعات پر مشتمل مجموعہ کلام ''برگِ گل'' کے عنوان سے شایع ہو چکا ہے۔شاعری میں تاریخ نگاری ایک مشکل فن ہے،اس فن میں بھی شاہ صاحب کو مکمل دسترس حاصل ہے اور آپ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی میں بھی تاریخیں کہی ہیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ والدِ مکرم سیّد محمد اشرف علی سیّد القلم کی وفات پر یہ تاریخ کہی:

اِنَّ رَحمةَ اللّٰہِ قَرِیبٌ مِن المُحسِنِین

۱۴۱۶ھ

۲۔ مولانا خیر محمد جالندھری ؒ کی لوح مزار کے لیے

تَنَقَّلَ خیراً

۱۳۷۰ھ

۳۔ تاج الدین زرّیں رقم کی لوحِ مزار کے لیے

خوابگہِ خطّاط الملک

۱۳۷۴ھ

Marfat.com

بائے تاج الدّین زرّیں رقم لاہوری

۱۳۷۴ھ

۴- حکیم سیّد نیک عالم شاہ صاحب کی وفات پر

آہ جنابِ والدِ ماجد سیّد حسین شاہ و ثقلین زیدی

۱۳۸۷ھ

اَللّٰھُمَّ اغْفِر

۱۳۸۷ھ

بجناں شاہِ نیک عالم رفت زہے آں مردِ نیک و باتقدیس
نسباً سیّد حسینی بود قلمش بُد کلامِ پاک نویس
بزبانش دعاو ہم تاریخ ''غَفَرَ اللّٰہ لِیَ''نوشت نفیس

۱۳۸۷ھ

۵- تاریخ وفات حکیم سیّد محمد عالم شاہ صاحب

حق تعالیٰ راچنیں منظور شد
از جہاں آں جانِ جاں مستور شد
فردِ واحد بودورفت آخر نفیس
''از جہاں لقمانِ ثانی دور شد''
۱۳۶۳-۱=۱۳۶۲ھ

۶- تاریخ بائے طباعت برائے کتاب ''شعرِ ناب''

جانِ سخن شعرِ ناب

۱۳۸۷ھ

نظام الدّین صاحب کا عمل ہے
یہ ان کی زندگی کا ماحصل ہے

Marfat.com

مرے دل میں نفیس آئی یہ تاریخ
کہ شعرِ ناب "فردوسِ غزل" ہے

۱۳۸۷ھ

اللہ اللہ کیا قرینہ ہے
ادب و شعر کا سفینہ ہے
بزمِ مے میں جو شعرِ ناب آئی
رند بولے "فروغِ مینا" ہے

۱۳۸۷ھ

ساقی نے شعرِ ناب سے مخمور کر دیا
ہر شعر ہے صراحیِ صہبائے لالہ فام
اس میں نہیں کلام یہ خمخانہ ہے نفیس
تاریخِ شعرِ ناب ہے "خمخانہء کلام"

۱۳۸۷ھ

۷۔ تاریخ وفات مولانا عبد المنان صاحب دہلوی

العالِم الحقّانی والشّاعر العبقری

۱۳۸۷ھ

۸۔ تاریخ وفات مولوی شمس الدین تاجر کتب نادرہ لاہور

جنابِ شمس شُد غروب

۱۹۶۸ء

Marfat.com

محاسنِ طرزِ نفیس

اہلِ نظر اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جس طرح ہر بڑے شاعر کا ایک انفرادی رنگ ہوتا ہے جس سے اس شاعر کی پہچان ہوتی ہے بعینہ ہر بڑے خطّاط کا بھی ایک انفرادی رنگ ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہمارے معاشرے میں ایسے ماہرین موجود ہیں جو محض خط دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ یہ عبدالمجید پرویں رقم کا خط ہے، حافظ محمد یوسف سدیدی کا یا سیّد نفیس الحسینی مدظلہ کا۔یہاں یہ دلچسپ حقیقت بھی بیان کرنا مناسب ہے کہ تاریخ میں کئی نامور خطّاطوں کے جعلی نمونے بھی تیار کیے گئے تاکہ ان کا نام استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کی جائے لیکن ماہرین خط نے ایسی جعل سازیوں کو موقع پر ہی ثابت بھی کیا ہے مثلاً میر عماد الحسنی کی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی بہت سی جعلی وصلیاں بھی تیار کی گئیں جنھیں ناواقف خریداروں نے منہ مانگی قیمت پر انھیں خریدا۔

ان سطور کے عاجز راقم کو ہر گز مہارتِ فن کا دعویٰ نہیں بلکہ وہ تو اس عظیم فن کا مبتدی کہلانے کا بھی حقدار نہیں۔البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تقریباً دو عشروں سے شاہ صاحب کے خط کا مطالعہ کر رہا ہوں اور کچھ کچھ اس کے تدریجی ارتقا سے واقفیت بھی رکھتا ہوں۔اس مطالعے کے دوران شاہ صاحب کے خطی نمونوں میں ایسی خوبیاں بھی نظر آئیں جو دیگر خطّاطوں کے ہاں غیر موجود تھیں۔یہاں انھی محاسن کا بیان اور ایک منفرد طریقے سے قارئین کو ان سے آگاہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یہاں یہ عرض کر دینا نامناسب نہیں کہ یہ محاسن راقم نے ذاتی مطالعے اور مشاہدے کی بنا پر دریافت کیے ہیں، ممکن ہے دیگر خطّاطوں کے ہاں اس طرح کے دیگر محاسن ہوں نیز خود شاہ صاحب کے خط کا مزید مطالعہ کیا جائے تو مزید محاسن بھی دریافت ہوں۔ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-دائروں کے درمیان خوبصورت توازن

اس بارے میں ہم یہاں چند کتب کے نام اور فنی تجزیہ پیش کرتے ہیں تاکہ تفہیم میں آسانی ہو:

اس ٹائیٹل میں حرف ''ی'' کے علاوہ بقیہ عبارت اس خوبصورتی سے لکھی ہے کہ تینوں دائروں میں توازن بھی پیدا ہو گیا اور عبارت کا تواتر بھی قائم رہا۔

نورانی قاعدہ

اس پوری عبارت کو اس خوبی سے سیٹ کیا ہے کہ حرف ''ی'' درمیان میں رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ پوری عبارت میں یہی دائرے والا حرف ہے جس کا دائرہ درمیان میں اور دونوں طرف بقیہ عبارت لکھ کر ایک منفرد توازن پیدا کیا ہے۔

ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت

اس پوری عبارت میں تین دائرے ہیں اور تینوں حرفِ ''ی'' کے۔ اس عبارت کو اس قدر ذہانت اور عمدگی سے لکھا ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ غور فرمائیے کہ درمیانی '' ی '' کو حرف ''ب'' کے پیٹ میں اور بالکل مرکز میں سیٹ کیا۔ بقیہ دونوں دائروں یا دونوں '' ی '' کو اس مرکز سے برابر فاصلے پر اور ان دائروں کے آگے کی عبارتیں ان سے برابر فاصلے پر سیٹ کی ہیں۔ اس سب سیٹنگ کے باوجود کمال یہ ہے کہ عبارت کا تسلسل اور تواتر کہیں متاثر نہیں کیا۔

رسولِ کریم ﷺ کی ۵۵ وصیتیں

اس عبارت میں بھی تین دائرے ہیں، پہلا لام کا، دوسرا ی کا اور تیسرا نون غنہ کا۔ تینوں دائروں کی سیٹنگ قابلِ دید ہے۔

علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات

یہاں بھی دونوں دائروں کو مرکز میں بڑی عمدگی سے سیٹ کیا ہے اور بقیہ عبارت برابر برابر فاصلے پر لکھی ہے۔

Marfat.com

۲-دو متوازی کششیں اور انکے درمیان توازن

اگر کسی عبارت میں دو کششیں آرہی ہوں تو انہیں شاہ صاحب نے اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے نہایت عمدگی سے ایک کے اوپر ایک لکھنے کی منفرد مثال قائم کی۔ خوبی یہ کہ عبارت کا تسلسل اور اس کے تواتر میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور اس مہارت سے لکھا کہ پڑھنا بھی آسان۔ اس بارے میں درج ذیل مثالوں سے بات واضح ہو گی:

اس عبارت میں دونوں ''س'' کشش دار لکھے اور دونوں کششوں کو اوپر تلے خوبصورتی سے لکھا۔ اسی طرح کی مزید مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

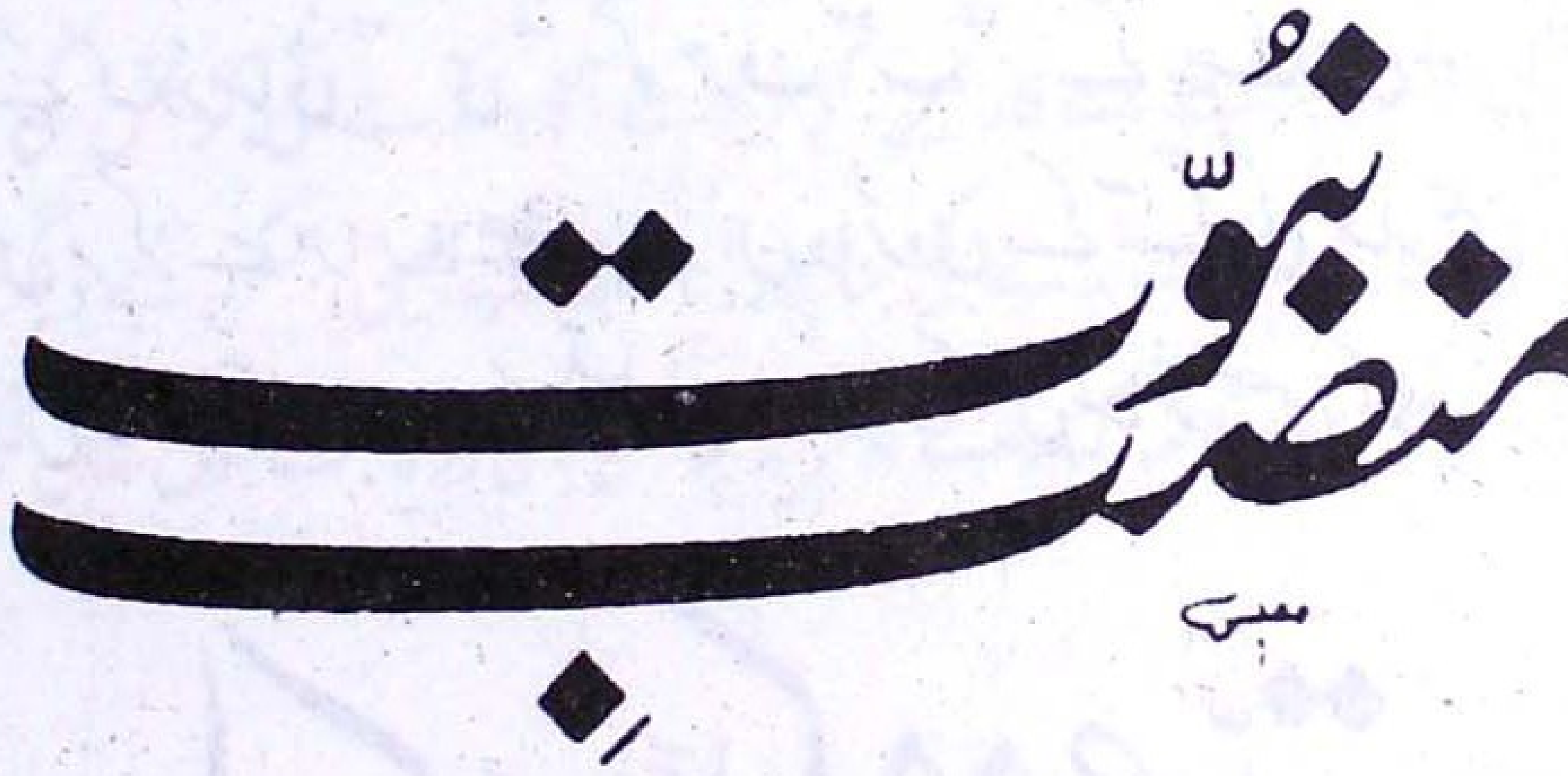

Marfat.com

عہدِ سلاطین دہلی

اس ٹائیٹل میں ایک '' س '' تھا۔ خوبی دیکھیے کہ خطاطی کے اصولوں کے دائرے میں رہتے ہوئے شاہ صاحب نے لفظ '' عہد '' کی '' ہ '' کو طویل مد کی شکل میں لکھا اور اس کے اوپر سلاطین کے '' س '' کو مد کی شکل میں لکھا جس سے توازن کی ایک خوبصوت شکل پیدا ہو گئی۔ لفظ '' دہلی '' کو غالباً باریک قلم سے اس لیے لکھا کہ دونوں مدیں مرکز میں رہیں اور توازن متاثر نہ ہو۔

۳۔ درست املا کا اہتمام

دوران مطالعہ کئی اسماء اور الفاظ ایسے نظر آتے ہیں جن کے درست املا کا اہتمام بہت کم کیا جاتا ہے۔ شاہ صاحب نے ہمیشہ یہ اہتمام کیا ہے کہ املا میں غلط العام یا غلط العوام کی پیروی نہ کی جائے بلکہ ہمیشہ درست املا کا اہتمام کیا جائے مثلاً
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن ؒ کا نام اکثر مقامات پر محمود الحسن نظر آیا۔ شاہ صاحب نے ہمیشہ محمود حسن لکھا جو درست نام ہے جیسا کہ درج ذیل نمونے میں بطور مثال پیش کیا گیا ہے۔ یاد رہے حضرت شیخ الہندؒ کے دیگر دو بھائیوں کے نام محمد حسن اور احمد حسن تھے۔

حضرۃ مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے کلامِ فارسی و اُردو کا مجموعہ

اسی طرح عبدالحیؔ کو بہت سے خطاط و دیگر حضرات عبدالحئی لکھتے ہیں جو درست نہیں۔ الحیؔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور عبدالحیؔ کے معنی ہیں حی کا غلام۔ شاہ صاحب نے ہمیشہ عبدالحیؔ ہی لکھا جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

حیاتِ عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمدؐ عبدالحیؒ صاحب عارفی مدظلہم،

اسی طرح مرزا غالب کا مصرع ہے

عرش سے ادھر ہوتا کاشکے، مکاں اپنا

اس مصرع میں لفظ '' کاشکے '' کو بعض حضرات '' کاش کے '' لکھتے ہیں جو درست نہیں۔ دیوانِ غالب میں شاہ صاحب نے اسے درست املا کے تحت یوں لکھا:

منظر اِک بلندی پر اور ہم بنا سکتے عرش سے اُدھر ہوتا، کاشکے مکاں اپنا

۴۔ کتاب کی مناسبت سے سرورق کے بالکل اوپر خط ثلث خفی میں قرآنی آیت۔ یہ بھی شاہ صاحب کے تیار کردہ ٹائیٹلوں کی انفرادی خصوصیت ہے جس سے ٹائیٹل کے حسن میں اضافہ ہوا۔ اس بارے میں بعض مثالیں پیش ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

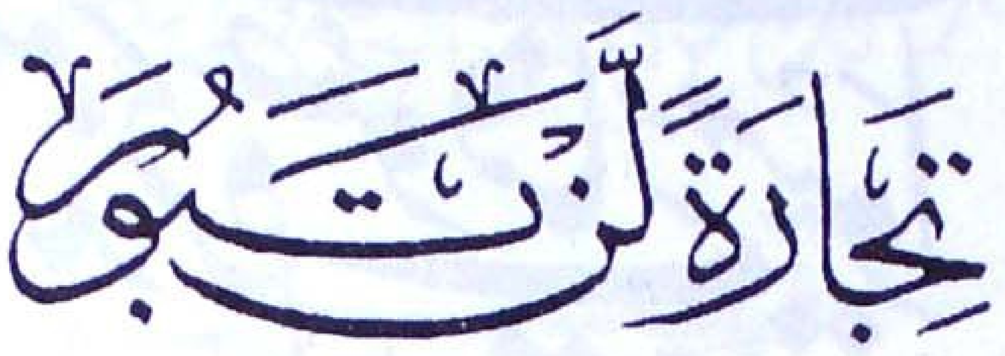

۵- عبارت کے مرکز میں کشش اور دونوں طرف یکساں عبارت
مرکز میں کشش دے کر شاہ صاحب نے بہت سی عبارتیں لکھی ہیں جن میں سے چند پیش ہیں:

۶- پوری عبارت کے اوپر طویل "ت" یا "ب" جس سے عبارت میں اضافی جمالیاتی خوبصورتی پیدا ہو گئی مثلاً

Marfat.com

مذکورہ بالا عبارت میں طویل ''ت'' کے علاوہ یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ پہلے دائرے کے دائیں طرف اور دوسرے دائرے کے بائیں طرف برابر جگہ میں عبارت لکھی ہے۔

یاد رہے کہ اس طرح طویل حرف لکھنا کہ نہ تو درمیان میں جھول پیدا ہو اور نہ کرختگی، فن خطاطی میں انتہائی مہارت سے ہی اس طرح لکھنا ممکن ہے۔

۷۔ مختلف عبارات کے لیے مختلف خطوط کا خوبصورتی سے استعمال

مختلف خطوط کے استعمال سے شاہ صاحب نے ٹائیٹل سازی میں ایک نئی طرح ڈالی جس کی بہت سے لوگوں نے پیروی کی۔ مختلف خطوط کے استعمال کے لیے انتہائی ذہانت سے یہ فیصلہ کرنا کہ کون سی عبارت کے لیے کون سا خط اور اس خط کے لیے کون سے قط کا قلم استعمال کیا جائے، یہ شاہ صاحب ہی کا کام ہے۔اس سلسلے میں درج ذیل مثالوں سے بات واضح ہو گی:

Marfat.com

إن علينا جمعه وقرآنه فإذا قرأناه فاتبع قرآنه ثم إن علينا بيانه

تفسیر

بیان القرآن

نفیس

مسائل السلوک	رفع الشکوک	وجوہ المثانی
من	ترجمہ	مع
کلام ملک الملوک	مسائل السلوک	توجیہ الکلمات والمعانی
فی العربیۃ	فی الاردویۃ	فی العربیۃ

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

مکتبۃ الحسن

9/29 عبدالکریم روڈ ۔ قلعہ گوجر سنگھ ۔ لاہور ۔ پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وكذلك مكنا ليوسف في الأرض

ولنعلمه من تأويل الأحاديث

والله غالب على أمره

ولكن أكثر الناس لا يعلمون

Marfat.com

۸- علم کا نشان (قلم) کو عبارت کے مرکز میں خوبصورتی سے پیش کیا مثلاً

۹- دو یا دو سے زائد سطروں میں عبارت کو اس طرح لکھا کہ مجموعی تاثر بھی متاثر نہ ہوا اور عبارت پڑھنا بھی آسان ہو گی

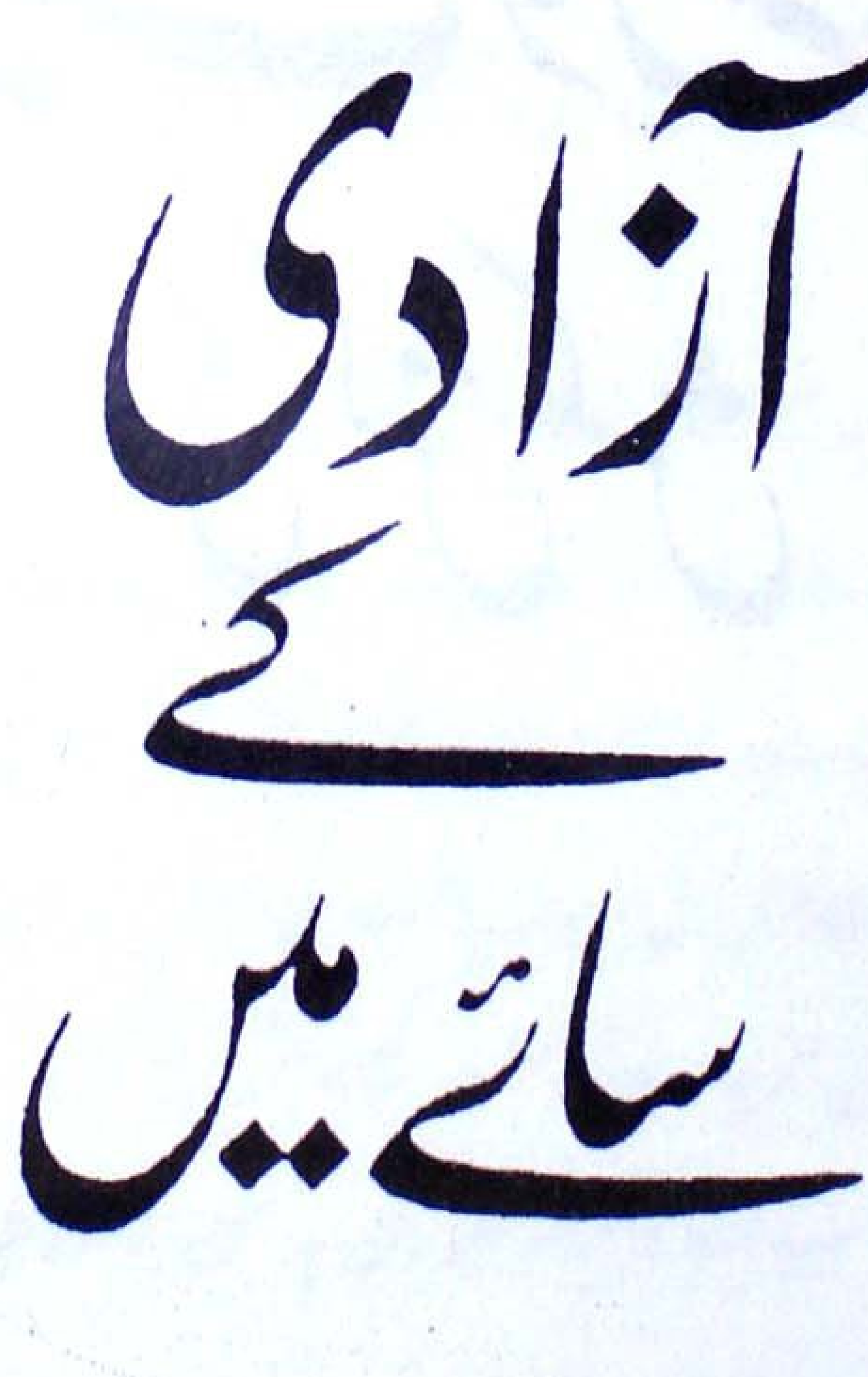

تقلید

اور

اصولِ تنقید

مسلم ممالک میں

اسلامیّت اور مغربیّت

کی کشمکش

حواشی

(۱) ملاحظہ فرمائیے "شمائم سید محمد گیسو دراز ؒ" از سید نفیس الحسینی، صفحہ ۲۲۴، حلقہ معارفِ گیسو دراز، لاہور، ۱۹۹۹ء۔

(۲) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور، قرآن نمبر جلد دوم، صفحہ ۸۲۱

(۳) ایضاً

(۴) آپ اردو میں خطاطی کے لیے " نفیس رقم "جبکہ عربی میں خطاطی کے لیے "نفیس الحسینی "لکھتے ہیں۔

(۵) ملاحظہ فرمائیے " اردو صحافت میں خطاطی کی تاریخ" (غیر مطبوعہ مقالہ) از طارق محمود، مخزونہ کتب خانہ جامعہ پنجاب لاہور۔

(۶) ایضاً

(۷) سوانحی خاکہ (قلمی) از سید انور حسین نفیس رقم مورخہ ۴ مارچ ۱۹۸۱ء

(۸) ملاحظہ فرمائیے " اردو صحافت میں خطاطی کی تاریخ"

(۹) تاج الدین زریں رقم مرحوم سے شاہ صاحب کا تعلق استاد شاگرد نہیں بلکہ بزرگ اور خرد کا تھا۔ اس بارے میں بعض حضرات نے اپنی تحریروں میں بغیر کسی دلیل کے شاہ صاحب کو زریں رقم کا شاگرد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل بر عکس ہے۔ اس بارے میں اگر درج ذیل دلائل پر غور کیا جائے تو امید ہے تمام غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی: ۱۔ شاہ صاحب کا خاندان اس فن میں طویل عرصے سے معروف تھا اور خط نسخ اور نستعلیق کے تین بڑے اساتذہ برس ہا برس سے فیض رسانی کر رہے تھے۔ ۲۔ شاہ صاحب کے والد محترم صرف نسخ ہی کے نہیں بلکہ نستعلیق کے بھی مانے ہوئے استاد تھے اور آپ نے تقسیم سے قبل نستعلیق میں بھی بہت کام کیا تھا۔ ۳۔ شاہ صاحب لاہور آنے سے قبل نہ صرف خط نستعلیق میں مہارت پیدا کر چکے تھے بلکہ دیگر خطوط میں بھی۔ یہ ذکر آچکا ہے کہ آپ کی لاہور آمد ۱۹۵۳ء میں ہوئی اور اس سے قبل آپ اپنے اعلیٰ معیار خطاطی کی بنا پر فیصل آباد میں مشہور ہو چکے تھے۔ ۴۔ خود شاہ صاحب نے اپنے متعدد مقالات میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ آپ کا زریں رقم سے تعلق استاد شاگرد کا نہیں تھا۔

(۱۰) روزنامہ نوائے وقت میں شاہ صاحب کی بہ حیثیت خطاط اعلیٰ تقرری کا واقعہ دلچسپ ہے۔ ہوا یوں کہ اس موقع پر ادارہ نوائے وقت کی جانب سے زریں رقم مرحوم، شاہ صاحب اور دیگر خطاطوں کے اعزاز میں چائے پارٹی (Tea Party) کا انتظام ایک ہوٹل میں کیا گیا تاکہ شاہ صاحب سے باقاعدہ تعارف ہو جائے۔ تمام مہمان وقت مقررہ پر ہوٹل آگئے لیکن کافی انتظار کے بعد بھی جب چائے پیش نہ کی گئی تو زریں رقم مرحوم نے میزبان سے اس کی وجہ دریافت کی۔ اس پر میزبان نے فرمایا کہ جن کے اعزاز میں (یعنی شاہ صاحب کے) یہ پارٹی ہے وہ تو ابھی تک پہنچے نہیں تو چائے کا سلسلہ کیسے شروع کیا جائے؟ اس پر زریں رقم نے کہا کہ وہ تو ہمارے ساتھ ہی تشریف رکھتے ہیں اور شاہ صاحب کی جانب اشارہ کیا۔ میزبان یہ سن کر اور شاہ صاحب کو دیکھ کر حیران ہو گئے کیونکہ شاہ

Marfat.com

صاحب کی اس وقت عمر بہ مشکل ۱۹ برس تھی اور مہارتِ فن کا یہ عالم تھا کہ نوائے وقت جیسے صفِ اوّل کے اخبار میں آپ کا تقرر بہ حیثیت خطاطِ اعلیٰ (Chief Calligrapher) کیا گیا تھا۔

(۱۱) پاکستان میں فنِ خطاطی کی تاریخ پر نظر رکھنے والوں سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ ہمارے کئی بہترین خطاطوں کی صلاحیتیں اخباری ملازمت کی نذر ہو گئیں۔ اور ان کی زندگی کا بہترین کام اخبارات کی فائلوں میں دب کر رہ گیا جس سے اب استفادہ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ شاہ صاحب کا اخباری ملازمت سے استعفیٰ کا یہ مثبت نتیجہ نکلا کہ آپ کا بہترین کام کتب، ٹائیٹلوں اور قطعات کی شکل میں نہ صرف محفوظ ہو گیا بلکہ اس کی اشاعت بھی خوب ہوئی مثلاً شاہ صاحب کے کتابت کردہ مختلف طغرے خصوصاً بسم اللہ الرحمن الرحیم، اسمائے حسنیٰ اور درود شریف ہی کو لیجیے جس کی اب تک اشاعت کا اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں۔

(۱۲) ایک موقع پر شاہ صاحب نے فرمایا کہ نوائے وقت میں ملازمت سے استعفیٰ کے تقریباً چھ ماہ بعد تک خطاطِ اعلیٰ کی اسامی پر مستقل تقرر نہیں کیا گیا اور اصرار کیا جاتا رہا کہ آپ استعفیٰ واپس لے لیں لیکن شاہ صاحب جو فیصلہ کر چکے تھے اسی پر قائم رہے۔

(۱۳) ''سوانحی خاکہ'' از سید انور حسین نفیس رقم

(۱۴) حضرت شاہ عبد القادر رائپوری ؒ کا آبائی وطن ڈھڈیاں (ضلع سرگودھا) جبکہ وطنِ ثانی رائے پور (ضلع سہارنپور) تھا۔

(۱۵) ملاحظہ فرمائیے ''آہوانِ صحرا'' از ڈاکٹر عبادت بریلوی، صفحہ ۹۷

(۱۶) ملاحظہ فرمائیے ''فن کار سے ملیے'' از غلام نظام الدین، پندرہ روزہ نیا پیام لاہور مورخہ ۱۵ جون ۱۹۷۱ء۔ یہی مضمون ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور بابت ۱۵، جنوری ۱۹۸۸ء میں '' فن کا امام سید نفیس رقم مدظلہ'' کے عنوان سے شایع ہوا۔

(۱۷) ملاحظہ فرمائیے ''آہوانِ صحرا'' از ڈاکٹر عبادت بریلوی، صفحہ ۹۹

(۱۸) مثلاً ایک معروف مزاح نگار اپنی کتاب '' زر گزشت '' کی کتابت کثیر معاوضے کے عوض آپ سے کرانا چاہتے تھے۔ ان صاحب کی تحریروں میں بہت سی فحش عبارات پائی جاتی ہیں۔ ظاہر ہے شاہ صاحب بھلا ایسی کتاب کی کتابت کیسے کرتے چنانچہ آپ نے شریفانہ انداز میں کتابت کرنے سے معذرت کر دی۔ صاحبِ کتاب اس دور میں ایک معروف بینک کے صدر تھے انھیں شاید اس جواب کی توقع نہیں تھی چنانچہ کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے اس واقعے کا اظہار انھوں نے اپنی اسی کتاب میں عجیب افسانوی انداز میں کیا اور شاہ صاحب سے وہ باتیں منسوب کیں جو آپ نے کی ہی نہیں۔

(۱۹) ملاحظہ فرمائیے ''دیوانِ غالب'' مرتبہ حامد علی خاں، مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور، اشاعت ۱۹۶۹ء، صفحہ د۔

(۲۰) سوانحی خاکہ

(۲۱) ملاحظہ فرمائیے رسالہ جھلک بھلوال کا وزیر بے نظیر نمبر بابت ۱۹۸۳ء، صفحہ ۲۳۹

(۲۲) ایضاً صفحہ ۲۴۰

(۲۳) ایضاً صفحہ ۲۴۱

Marfat.com

مقالاتِ خطّاطی

حضرۃ سیّد نفیسُ الحسینی شاہ مدظلہٗ

Marfat.com

(Chief Calligrapher)

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم
اقرأ باسم ربك الذي خلق
خلق الإنسان من علق
اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم
علم الإنسان ما لم يعلم
القرآن الحكيم

خطاطانِ قرآن

عہد نبوت سے آٹھویں صدی ہجری کے آغاز تک :

بعثت نبوی کے وقت قریش میں خطِ قیر اموز رائج تھا اس لئے مکہ معظمہ میں جس قدر کتابت وحی ہوئی وہ اسی خط میں ہوئی۔ مدینہ منورہ میں خط حیری لکھا جاتا تھا۔ چنانچہ ہجرت کے بعد کتابتِ وحی خطِ حیری میں ہونے لگی۔

حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے والدِ ماجد نے لکھی۔ یہ ربیع الاوّل ۴ھ کا واقعہ ہے۔ اس لحاظ سے خالدؓ بن سعید وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنھیں سب سے پہلے کتابتِ وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت خالد پانچویں مسلمان تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی، آپ مجھے بلاتے میں لوح وغیرہ لے کر حاضرِ خدمت ہوتا۔ اس پر لکھاتے اور پھر سنتے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی تو آپ صحیح کرادیتے۔ پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت لایستوی القاعدون نازل ہوئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فلاں کاتب کو بلاؤ۔ وہ تختی، دوات اور قلم وغیرہ لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا یہ آیت لکھو۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے گرد حلقہ کیے لکھ رہے تھے جو آیاتِ قرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاتبوں سے لکھاتے تھے۔ دوسرے صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے۔

آخری وحی ۳ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو خاتم النبیین حضرت سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ وحی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ اس کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

کاتبانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبان کی تعداد مختلف روایتوں کے مطابق کم و بیش پچاس ہے جن میں مشہور تر یہ ہیں۔

۱۔ اَبان بن سعید بن العاص

۲۔ ابو ایوب الأنصاری

۳۔ ابو بکر الصدیق

۴۔ ابو سفیان

۵۔ ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الأسد

۶۔ اُبی بن کعب

Marfat.com

۷- الاَرقم بن ابی الاَرقم
۸- بریدہ بن الحصیب الاَسلمی
۹- ثابت بن قیس الاَنصاری
۱۰- جعفر
۱۱- جہم بن سعد
۱۲- جہیم بن الصلت القرشی
۱۳- حاطب بن عمرو القرشی
۱۴- حُذیفہ بن الیمان
۱۵- حصین بن نمیر
۱۶- حنظلہ بن الربیع
۱۷- حویطب بن عبد العزی
۱۸- خالد بن سعید بن العاص
۱۹- خالد بن الولید
۲۰- الزبیر بن العوام
۲۱- زید بن ثابت
۲۲- السجل
۲۳- سعید بن سعید بن العاص
۲۴- شُرحبیل بن حَسَنہ
۲۵- طلحہ بن عبید اللہ
۲۶- عامر بن فہیرہ
۲۷- العباس
۲۸- عبد اللہ بن الاَرقم
۲۹- عبد اللہ بن اَبی بکر
۳۰- عبد اللہ بن خطل
۳۱- عبد اللہ بن رواحہ
۳۲- عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ
۳۳- عبد اللہ بن سعد بن اَبی السرح
۳۴- عبد اللہ بن عبد اللہ بن سلول
۳۵- عثمان بن عفان
۳۶- عقبہ
۳۷- العلاء الحضرمی
۳۸- العلاء بن العقبۃ
۳۹- علی بن اَبی طالب
۴۰- عمر بن الخطاب
۴۱- عمرو بن العاص
۴۲- محمد بن مسلمہ
۴۳- معاذ بن جبل
۴۴- معاویہ بن اَبی سفیان
۴۵- معیقیب بن اَبی فاطمہ الدوسی
۴۶- المغیرہ بن شعبہ
۴۷- نصرانی من بنی النجار
۴۸- یزید بن اَبی سفیان رضی اللہ عنہم اجمعین

(کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — تالیف: الدکتور محمد مصطفیٰ الاَعظمی صفحہ ۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵)

بدر الدّین عینی ؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن جمع کیا، اُن کا کوئی شمار نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآنِ پاک کے لکھے ہوئے نسخے عام طور پر صحابہ ؓ کے پاس موجود تھے بعض صحابہ نے خود لکھے اور اکثر نے لکھوائے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنھن نے قرآن پاک لکھوائے اور یہ سب دیکھ کر تلاوت کیا کرتی تھیں۔ (کنزالعمال)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آزاد کردہ غلام ابو یونس سے قرآن پاک لکھوایا۔ (ترمذی)

حضرت عمرؓ بن رافع نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے لیے قرآن لکھا۔

عرب کے مشہور شاعر حضرت لبیدؓ جب مسلمان ہوگئے تو انھوں نے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا (جمہرۃ) حضرت ناجیتہؓ الطفاوی عمر بھر قرآنِ پاک کی کتابت کرتے رہے۔ (استیعاب)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے چار مرتبہ قرآنِ پاک لکھا جن میں ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں تحریر کیا۔ دوسری بار مکمل قرآن بہ ترتیب نزول تیسری بار عہد صدیقی اور چوتھی مرتبہ عہد عثمانی میں لکھا۔

خلافتِ صدیقیؓ:

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکرؓ کے حکم سے چمڑے کے ٹکڑوں پر قرآنِ پاک لکھا۔ یہ قرآنِ پاک خطِ حیری میں لکھا گیا۔ اس نسخے کو اُم کہتے ہیں۔ امام ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں لوگوں کے پاس بکثرت قرآنِ پاک موجود نہ ہوں۔

عہدِ صدیقی کے ایک مصحف کا ورق جس پر سُورۂ جن کی آیات لکھی ہوئی ہیں یورپ کے مشہور کتب خانہ بوڈولین لائبریری میں موجود ہے۔ اور بھی مصاحف اس عہد کے وہاں ہیں۔

خلافتِ فارُوقیؓ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صرف مصر، عراق، شام اور یمن وغیرہ میں قرآنِ پاک کے ایک لاکھ سے زائد نسخے موجود تھے۔

خلافتِ عثمانیؓ:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں مَیں نے قرآن جمع کیا۔ ۲۵ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ آدمی مامُور فرمائے جن میں حضرت زیدؓ بن ثابت، حضرت سعیدؓ بن العاص، حضرت عبدالرحمنؓ بن حارث بن ہشام، عبداللہؓ بن زبیر بھی شامل ہیں جنھوں نے قرآن پاک کی تدوین کی اور لُغت قریش پر یہ نسخہ تیار کیا۔ اس لیے حضرت عثمانؓ جامع القرآن مشہور ہوئے۔ اس نسخے سے پھر سات نسخے تحریر کیے گئے جو مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، کوفہ، یمن، شام اور بحرین ارسال کیے گئے۔

Marfat.com

خلافتِ علوی رضؓ:

عہدِ عثمانی تک جس قدر قرآن لکھے گئے وہ سب خطِ حیری میں تھے۔ حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں آپ کے ندیم خاص اور نامور شاگرد ابوالاسود الدوئلی (م ۶۹ ھ) نے رسمِ خط میں ترمیم کی اور قرآنِ شریف میں اعراب بھی لگائے۔

ابوالاسود کے چار شاگرد ہوئے:

نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر عدوانی، میمون بن اقرن، عتبہ بن معوان فہری۔ یہ سب خطاط تھے۔

عہدِ بنو اُمیہ:

حضرت معاویہ ؓ کے زمانے میں قطبہ کاتب تھے۔ انھوں نے آبِ زر سے قرآن پاک لکھا، ولید بن عبدالملک (م ۹۶ ھ) کے عہد میں خالد بن ابی الہیاج مشہور خطّاطِ قرآن تھے۔ انھوں نے مسجد نبوی پر سورۃ الشمس آبِ زر سے لکھی۔ وہ خطِ کوفی کے مصلح مانے جاتے ہیں، وہ عمر بن عبدالعزیز ؒ کے زمانے تک حیات تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے خالد نے ایک مطلاّ قرآن مجید کتابت کیا۔ جب خالد نے کلام اللہ لکھ کر پیش کیا تو حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز اس کا خط دیکھ کر حیران رہ گئے۔ مصحف مبارک کو بوسہ دیا اور سر پر رکھا۔ سوچا کہ اس کمالِ خط اور نفاستِ کتابت کا ہدیہ یا انعام دیں مگر جب شایانِ شان کچھ سمجھ نہ آیا تو اصل قرآن پاک ہی بطور ہدیہ جناب خالدؒ کو دے دیا۔

حسن بصریؒ، ابو یحییٰ مالک بن دینارؒ، سامہ بن لوی بن غالب بھی اسی دَور کے مشہور کاتبانِ قرآن تھے۔

عہدِ عبّاسیہ:

ابوالعباس سفّاح بانی دَولت عباسیہ کے عہد میں ضحاک بن عجلان شامی قرآن پاک کے مشہور خطّاط تھے۔ انھوں نے قطبہ کی طرزِ نگارش میں اصلاحات کیں۔ ضحاک ۱۵۴ ھ میں فوت ہوئے۔ اِسی عہد کے مشہور کاتب اسحاق بن حماد تھے۔ انھوں نے ضحاک کے خط میں ترمیم کی۔ یہ مہدی عباسی کے عہد تک زندہ تھے۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں خشنام بصری اور مہدی کوفی مشہور کاتبِ قرآن تھے۔ مامون الرشید کے زمانے میں علمِ خط کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ مامون الرشید کے استاد امام کسائی (م ۱۸۲ ھ) نحو، ادب، قراءت اور علمِ خط کے امام تھے۔ انھوں نے خط میں خاص اصلاحات کیں۔ ان کا اصلاح کردہ خط اس قدر مقبول ہوا کہ قرآن پاک کی کتابت اِسی خط میں ہونے لگی۔ اہل کوفہ نے اس خط کو بہت پسند کیا۔

عالمِ اسلام کے سب سے مشہور خطّاط ابن مقلہ بیضاوی، شیرازی الاصل۔ ۲۱ شوال ۲۷۲ھ کو بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہیں فارغ التحصیل ہوئے، جامع علوم وفنون تھے۔ علم فقہ، تفسیر، تجوید، ادبیات، شعر انشاء پردازی اور خوشنویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ابن مُقلہ نے فنِ خطّاطی میں بڑا انقلاب پیدا کیا۔ انھوں نے چھ خطوط ثلث، نسخ، توقیع، رقاع، محقق اور ریحان ایجاد کیے۔

Marfat.com

خطِ نسخ قرآن مجید اور دیگر کتب کے لئے نہایت مقبول ہوا۔ابن مُقلہ نے اس کا نام خطِ بدیع رکھا تھا۔مگر کتابتِ قرآن مجید کے لئے خاص ہونے کی وجہ سے خطِ نسخ مشہور ہوگیا۔اس خط کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ تمام عالمِ اسلام میں قرآنِ پاک اسی خط میں لکھے جاتے ہیں۔ابنِ مُقلہ نے چھپن برس کی عمر پائی۔ ۱۰ شوال ۳۲۸ھ (۲۰ جولائی ۹۴۰ء) کو انھیں خلیفہ الراضی باللہ نے قتل کرادیا۔ ابن مُقلہ نے تین مکمل قرآنِ مجید یادگار چھوڑے۔''رضالائبریری رامپور''میں ابن مقلہ کا تحریر کردہ ایک مصحف مبارک بیان کیا جاتا ہے۔

ابنِ مُقلہ کے بعد ابوالحسن علی بن بلال البغدادی المعروف بہ ابن البوّاب قرآن پاک کے شہرہ آفاق خطّاط تھے۔وہ ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۳۱ھ میں عباسی خلیفہ القادر باللہ کے عہد میں فوت ہوئے۔امام احمد بن حنبلؒ کے جوار میں مدفون ہیں۔انھوں نے اپنی زندگی میں ۶۴ قرآنِ پاک تحریر کیے۔ابن البوّاب نے ، ابن مقلہ کے شاگرد عبداللہ بن اسد بن علی القاری سے یہ فن سیکھا تھا۔ان کے بعد خطاط قرآن یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی (م ۶۹۱ھ) کا نام نامی آتا ہے۔انھوں نے ابن البوّاب کے فن کو کمال عروج پر پہنچادیا۔ان کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک کے نسخے دنیا کے متعدد کتب خانوں میں ہیں۔یاقوت مستعصمی کا فیضان پورے عالمِ اسلام میں جاری ہوا۔ان کے چھ شاگرد تھے:

ارغون بن عبداللہ کابلی، یوسف مشہدی، نصراللہ طبیب ملقب بہ صدر عراقی، شیخ زادہ احمد سہروردی، مبارک شاہ زریں قلم بن قطب تبریزی، سیّد حیدر جلی نویس۔سیّد حیدر جلی نویس کے نامور شاگرد مولانا عبداللہ صیرفی تھے۔''حالاتِ ہنروراں'' میں ہے ''سلسلۂ شاگردی خطّاطان خراسان ، بخواجہ عبداللہ صیرفی می رسد۔''مولانا عبداللہ صیرفی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ برصغیر پاک وہند میں بھی تشریف لائے تھے۔مولانا صیرفی سلطان ابوسعید خدا بندہ (م ۷۳۷ھ) کے معاصر تھے۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد اور کتابتِ قرآن پاک کی تاریخ یکساں پُرانی ہے۔لیکن دیگر علوم وفنون کی طرح کتابت قرآن میں فنِ خطّاطی کی تابندگی ورعنائی مغلیہ عہد میں پیدا ہوئی۔مغل بادشاہوں اور شہزادوں نے اس عروس الفنون کی زلفیں سنواریں۔ اُن کی شہرہ آفاق قدر دانی علم و ہنر دُور دُور ممالک سے اہل کمال کو کشاں کشاں ہندوستان لے آئی۔

....

مغلیہ دَور برصغیر پاک وہند میں فنِ خطّاطی کا عہدِ زرّیں ہے۔یہ اسی دَورِ برکت وسعادت کی کرشمہ کاریاں ہیں، کہ طوائف الملوکی اور فرنگی دَور سے گزر کر آج بھی اس فن کا پھریرا پوری شان سے لہرارہا ہے،خطّاطانِ قرآن پاک نے کلام اللہ کو ہر قسم کے تغیرو تحریف سے محفوظ رکھنے کے سلسلے میں جو بے پایاں خدمات سرانجام دی ہیں ان کا تقاضا تھا کہ ان باکمالوں کے نام تاریخ کے صفحات میں محفوظ کردیے جائیں۔اسی مقصد اور جذبہ کے تحت برصغیر پاک وہند کے ان خطّاطان قرآن کا اجمالی تذکرہ پیش کیاجارہا ہے:

Marfat.com

سُلطان ابراہیم غزنوی : بن سلطان مسعود بن سلطان محمود غزنوی - یہ نہایت نیک اور بہادر تھے۔ خوشنویسی میں بھی کمال رکھتے تھے۔ ہر سال اپنے ہاتھ سے دو قرآن پاک لکھتے تھے۔ ایک مدینہء منورہ بھیجتے اور دوسرا مکہء معظمہ، تقریباً چالیس برس انہوں نے حکومت کی۔ ۴۹۲ھ میں وفات پائی۔ (اردو ترجمہ نزہتہ الخواطر)

سلطان ناصر الدین محمود : بن سلطان التتمش بادشاہ دہلی، یہ فرشتہ سیرت بادشاہ اپنے فرصت کے اوقات کتابت کلام پاک میں صرف کرتا تھا۔ مؤرخ برنی کا بیان ہے: "بیشتر نفقہ خود از وجہ کتابت مصحف ساختے"۔

جب سلطان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک کے نسخوں کو ہدیہ کرنے کے لئے بازار میں بھیجا جاتا تو کاتبؒ کا نام خریدار سے پوشیدہ رکھا جاتا، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص زیادہ قیمت دے کر خریدنے کی کوشش کرے۔ ایک مرتبہ ایک امیر نے جس کو کسی طرح یہ راز معلوم ہوگیا تھا، معمول سے زیادہ زرہدیہ دیا تو سلطان کو یہ بات ناگوار ہوئی، ان کا خیال تھا کہ ایسی صورت میں قوت حلال میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ "طبقاتِ اکبری" میں ہے کہ سلطان ایک سال میں کلامِ پاک کے دو نسخے تیار کرلیتا تھا۔ سلطان کے انتقال کے تقریباً سو سال بعد تک یہ نسخے دہلی میں موجود تھے۔ ابنِ بطوطہ کا بیان ہے: "قاضی کمال الدین نے سلطان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف مجھے دکھایا خط اچھا تھا اور کتابت منشیانہ تھی... " ۶۶۴ھ میں وفات پائی۔

مولانا جلال الدین مانکپوری: مولانا حسام الدین مانکپوری قدس سرہ کے جدّ بزرگوار ہیں۔ عالم و عابد اور صابر و متقی تھے۔ "تذکرہ علمائے ہند" میں ہے: "خوردنِ او از کسب کتابت بود مصحف می نوشت و بدہلی می فرستاد، بہ پانصد تنکہ ہدیہ می شدی"۔ اسی تذکرہ میں ہے کہ "ہرگز بے وضو قلم نگرفتے"۔

حضرت سلطان نظام الدین اولیاء قدسِ سرہ کے خلیفہ شیخ محمد سے نسبت ارادت رکھتے تھے۔

عبداللہ ہروی: قرآنِ پاک کے سرآمدِ روزگار خطاط گزرے... انہوں نے یاقوت کے طرز تحریر کو یہاں تک اپنایا کہ خط میں تمیز مشکل ہوتی تھی ایک عرصہ تک بغداد میں رہے، پھر تباہی بغداد کے بعد ہندوستان آگئے۔ یہاں اُمراء و وزراء کے مقرب ہوگئے۔ ایک عرصہ کے بعد ہندوستان سے وطن واپس پہنچے اور چھیاسی سال کی عمر میں ۸۸۰ھ میں وفات پائی۔ اس نادرِ روزگار خطاط نے ۵۴ قرآن مجید اپنی یادگار چھوڑے۔ وہ ایک عمدہ شاعر بھی تھے۔ (پیدائش خط و خطاطان صفحہ ۱۹۶)

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ: بابر بادشاہ ایک عمدہ خطاط بھی تھے۔ ان کا خط خطِ بابری کہلاتا ہے۔ تیموریوں کی یہ عام رسم تھی کہ وہ قرآن پاک اپنے ہاتھ سے لکھ کر مکہء معظمہ اور مدینہء منورہ بھیج دیا کرتے تھے، چنانچہ بابر کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک وہاں نذر کیا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے قول کے مطابق یہ قرآن مجید خاص خط بابری میں لکھا گیا تھا۔ بابر کا سلسلہء تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔

سلطان مظفر الحلیم گجراتی : بن محمود بن احمد بن محمّد بن مظفر۔ گجرات کے سلطان عادل تھے۔ ۲۰ شوال ۸۷۵ھ مطابق ۱۴۷۰ء کو گجرات (ہند) میں پیدا ہوئے۔ آپ محدث وفقیہ اور حافظ کلام اللہ تھے، ہمیشہ باوضو رہتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے، آپ نے دو قرآن پاک بخطِ جلی آب زر سے لکھ کر حرمین شریفین بھجوائے۔ ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۵ء میں آپ نے وفات پائی۔

عبدالکریم: بن رکن الدین، ان کا تحریر کردہ ایک قلمی قرآنِ پاک سیّد محمّد بیدری صاحب حال مقیم کراچی کے پاس موجود ہے، جو بعہدِ جہانگیری ۱۰۲۵ھ میں مکمل ہوا ہے۔ یہ بطرز یاقوت کتابت کیا گیا ہے۔ اس میں سُورَہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا پہلا رکوع یاقوت کے پانی سے لکھا گیا ہے، پورے کلام پاک کا حاشیہ آبِ زرّیں سے مُرصّع ہے۔

شہزادہ پرویز: مغل بادشاہ نور الدین جہانگیر کے فرزند دوم تھے۔ ۹۹۸ھ میں کابل میں پیدا ہوئے۔ تذکرہ خوشنویساں میں غلام محمّد ہفت قلم دہلوی نے لکھا ہے: ''در علمِ عربی و فارسی و نوشتن خطوط بغایت آراستہ و پیراستہ بود۔ اکثر اوقات را بکتابت کلام اللہ صرف می نمود'' ۱۰۳۵ھ میں بمقام برہانپور انتقال ہوا۔

عبدالباقی یاقوت رقم :اصل نام عبداللہ تھا، مگر عبدالباقی مشہور ہوئے، شاہجہانی عہد میں ایران سے ہندوستان آئے۔ اس دَور کے تمام نسخ نویسوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ خطِ نسخ کو طرزِ خاص سے آرائش زینت دے کر عروس الخط بنادیا۔ تذکرہ خوشنویساں میں ہے: ''در ہندوستان آمدہ بجنابِ شاہزادہ اورنگ زیب بہادر نوشتہَ خود قرآن سی ورقی و کلام اللہ و صحیفہ وغیرہ گزرانیدہ مخاطب بہ یاقوت رقم شدہ''۔ ہندوستان میں ایک عرصہ قیام کرنے کے بعد اپنے وطن چلے گئے۔ یہاں انہوں نے اپنے چند شاگرد یادگار چھوڑے جن میں شہرہ آفاق خطاط محمّد عارف المخاطب بہ یاقوت رقم خاں بھی شامل ہیں۔

حافظ محمّد حسین لاہوری: حافظ صاحب نے تیس ورق پر مشتمل ایک نسخہ قرآن اس محنت سے تحریر کیا تھا کہ ہر صفحہ کی پہلی سطر کے علاوہ باقی تمام سطور حرف الف سے شروع ہوتی تھیں۔ اسی طرح انہوں نے قرآن کریم کا ایک اور نسخہ لکھا، یہ بھی تیس ورق پر مشتمل تھا اور اس میں یہ صنعت ملحوظ رکھی گئی تھی کہ پہلی سطر کے علاوہ باقی تمام سطور ''واؤ'' سے شروع ہوتی تھیں محمّد طاہر بن عبدالقادر کردی نے اپنی تالیف ''تاریخ الخط العربی وآدابہ'' میں مذکورہ دونوں نسخوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دونوں نسخے آج سے چالیس پچاس سال پہلے تک مدینہ منورہ میں روضہَ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام میں موجود تھے۔ حافظ محمّد حسین ۱۰۸۰ھ تک زندہ تھے۔ ان کے فرزند محمّد روح اللہ لاہوری بھی کاتب قرآن تھے۔

محمّد روح اللہ لاہوری: بن حافظ محمّد حسین لاہوری ۱۰۹۱ھ میں انہوں نے ایک نسخہ قرآن پاک پچاس دن میں تحریر کیا۔ یہ نسخہ مثمن شکل میں ۳۰۵ صفحات مشتمل تھا۔ اسی طرح انہوں نے تیس ورق پر مشتمل ایک نسخہ قرآن کریم تحریر کیا جس میں مذکورہ بالا صنعت کا التزام کیا۔ بقول مؤلف ''تاریخ الخط العربی وآدابہ'' یہ نسخہ دارالکتب العربیہ (قاہرہ) مصر میں موجود ہے۔

Marfat.com

سیّد عنایت اللہ حسینی: بن سیّد محمّد بن سیّد الہداد بن سیّد موسیٰ بن امام سید ظہیر الدین خجندی۔آپ کے جد امجد حضرت سیّد ظہیر الدین مع فرزند سیّد موسیٰ خجند سے ہند تشریف لائے۔ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں سکونت پذیر ہوئے۔یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔سن شعور کے بعد والد ماجد اور علماء کی خدمت میں کتب متداولہ سے فارغ ہوئے۔۱۰۵۹ھ میں بالا پور، برار تشریف لے گئے کچھ ،عرصہ بعد برہانپور چلے گئے۔وہاں شیخ ابو المظفر صوفیؒ خلیفہ حضرت خواجہ محمّد معصوم سرہندی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔جوہرِ قابل تھے، خلافت سے سرفراز ہوئے۔آپ قرآن پاک کے خطّاط بھی تھے۔آپ نے ۱۸ قرآن پاک تحریر فرمائے۔۲۵ صفر ۱۱۱۷ھ کو آپ نے وفات پائی۔مدفن بالا پور برار میں مرجع خلائق ہے۔میر آزاد بلگرامیؒ نے قطعۂ تاریخِ وفات لکھا اور اس مصرع سے تاریخ نکالی:"قطبِ اقطاب رفتہ زیں عالم"

داراشکوہ: بن شاہجہان بادشاہ باکمال مصنف،شاعر اور خطّاط تھے، امام الخطّاطین آقا عبدالرشید دیلمی کے مایۂ ناز شاگرد تھے،"تذکرہ خوشنویساں" میں ہے:"داراشکوہ پسرِ شاہجہاں بادشاہ شاگردِ عبدالرشید آقاست بروئے آقا عبدالرشید شاید کے مثلِ او نوشتہ باشد۔" داراشکوہ نسخ و نستعلیق دونوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔اُن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک کلامِ پاک کا نسخہ عزیز باغ لائبریری دکن میں ہے جس کے حروف شروع سے آکر تک سنہرے ہیں۔ایک مطلاّ پنج سورۃ کا نسخہ بخطِ نسخ اور ایک "دہ پندِ ارسطو" کا نسخہ بخطِ نستعلیق وکٹوریہ میموریل ہال کلکتہ میں محفوظ ہیں۔

سلطان محی الدّین اورنگ زیب عالمگیرؒ: یہ درویش صفت اور ولی سرشت بادشاہ قرآن پاک کا بلند پایہ خطّاط تھا۔"مرآۃ العالم" میں ہے کہ انہوں نے حاجی قاسم تلمیذ فتح اللہ شیرازی سے خطِ نسخ کی تعلیم حاصل کی۔مآثر عالمگیری میں ہے کہ انہوں نے دو قرآن پاک مطلاّو مذہّب تحریر فرما کر حرمینِ شریفین ارسال کیے۔"بزمِ تیموریہ" میں ہے کہ ان کا ایک قلمی قرآنِ پاک سُلطان ٹیپو شہیدؒ کے علمی خزانہ کا گوہرِ نایاب تھا جو اعلیٰ خطّاطی کے علاوہ بہترین جلد بندی کا بھی نمونہ تھا جس کی آرائش پر نوّے ہزار روپیہ صَرف ہوا تھا۔یہ نسخہ اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔"مآثر عالمگیری "میں ہے کہ سلطان عالمگیرؒ نے شہزادگی کے زمانے میں ایک قرآنِ پاک لکھ کر دیگر تحائف اور ایک خطیر رقم بطور نذر کے ساتھ حرم مکّہ معظمہ مشرفہ زاد اللہ قدراً و جلالاً روانہ کیا، پھر تخت نشینی کے بعد ایک اور نسخہ کلام پاک تحریر کرکے مدینہء منوّرہ بھیج کر حرمِ نبوی علی صاحبہا الصّلوٰۃ و السّلام میں بطور نذر پیش کیا۔اس نسخہ کی جلد بندی اور جدول کی زیب و زینت پر مبلغ سات ہزار روپیہ صَرف ہوا۔سلطان عالمگیرؒ نے صرف رضائے الٰہی کی خاطر یہ نسخے تحریر فرمائے چنانچہ "رقعاتِ عالمگیری" میں ہے "......من یک دو مصحف کہ نوشتہ ام نام ننوشتہ ام۔تاریخ ہم نوشتن درکار نیست،اگر برائے اُو سُبحانہ نوشتہ ام، علم او حسبی و یکفی....."

۹۲ سال کی عمر میں اس بادشاہِ خدا آگاہ نے ۲۸ ذیقعد ۱۱۱۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۷۰۷ء کو وفات پائی۔
حضرت شاہ زین الدّین چشتی دولت آبادی قدّس سرہ کے جوار میں حسبِ وصیت سپرد خاک ہوئے۔

حاجی محمدّ اسمٰعیل ماژندرانی: سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں شاہی فرمان نویس تھے، "روشن قلم" کے خطاب سے سرفراز تھے۔ماثرِ عالمگیری میں ہے: "سر آمد خوشنویساں حاجی محمدّ اسمٰعیل جو فرامین خطِ گورین میں رقم کرتا تھا روشن قلم کا خطاب مرحمت ہوا"۔ یہ ذی الحجہ ۱۰۹۵ ھ کا واقعہ ہے۔آپ نسخ و نستعلیق کے بلند پایہ خطاط تھے۔ خطِ ثلث، ریحان ورقاع بھی خوب لکھتے تھے۔ یاقوت مستعصمی کے قلمی ایک قرآن مجید کے کچھ اوراق تلف ہوگئے تھے۔انہوں نے وہ لکھ کر اور پُرانے بنا کر اُس پر لگادیے اور سلطان عالمگیر کے رُوبرپیش کیا توجب تک انہوں نے خود نہیں بتایا سلطان خط میں تمیز نہ کرسکے۔بہترین خطاط ہونے کے علاوہ وہ ایک باکمال شاعر اور انشا پرداز بھی تھے،غافل تخلص کرتے تھے۔("مرآۃالعالم" از بختاور خان)

میرزا محمدّ: قرآن پاک کے باکمال خطاط، ان کے والد حاجی قاسم نہایت خوش اسلوب نسخ نویس تھے۔ سلطان اورنگ زیب عالمگیر نے خطِ نسخ کی تعلیم حاجی قاسم ہی سے حاصل کی تھی۔میرزا محمدّ، سلطان عالمگیر کے منظور نظر خوشنویس تھے،مآثرِ عالمگیری میں ہے: "(ذی الحجہ ۱۰۹۶ ھ) میرزا محمدّ خلف حاجی قاسم نسخ نویس مصحفِ مجید کی کتابت کے لئے مونگی میں گیا ہوا تھا، حاضر ہوا جہاں پناہ (سلطان عالمگیر) نے خوشنویس مذکور کو ایک ہزار روپے بطورِ انعام مرحمت فرمائے۔"

حاجی عبداللہ: حاجی قاسم (اُستاد سلطان اورنگ زیب عالمگیر) کے فرزندِ دوم۔ نسخ بطرزِ یاقوت لکھتے تھے اور اس کے مسلم الثبوت استاد تھے۔بختاور خاں "مرآۃ العالم" میں لکھتے ہیں: "در جلد نویسی طےِ قلم دارد........چنانچہ یک مرتبہ در خدمت بادشاہزادہ والاگہر ستودہ شیم محمدّ معظم از لاہور عازمِ شاجہان آباد بود۔ در پانزدہ روز عرضِ راہ قرآنی بغایت خوب نوشتہ از نظرِ عالی گزرانید"

سعید خطاط: درویش مشرب۔ نسخ خوب لکھتے تھے طلا نویسی میں یدِ بیضا رکھتے تھے۔ شاگرد کسی کے نہیں تھے۔عراق اور ماوراء النہر میں ان کی خوشنویسی کا بہت شہرہ تھا۔ہندوستان آکر شاہی دربار سے وابستہ ہوئے اور مصاحف و کتب لکھنے پر مامور رہے۔آخر عمر میں عزلت نشینی اختیار کرلی۔(اوری اینٹل کالج میگزین اگست ۱۹۳۴ء بحوالہ مرآۃ العالم)

احمد یار خان یکتا: ان کے اسلاف خوشاب کے رہنے والے تھے۔ان کے والد اللہ یار خان لاہور، ٹھٹھہ اور ملتان کے صوبہ دار تھے۔احمد یار خاں سلطان عالمگیر کے آخیر زمانہ میں ٹھٹھہ کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔خطِ نسخ کے بہترین خطاط تھے "مآثرالکرام" میں ہے ایک مرتبہ انہوں نے ایک کلامِ پاک لکھ کر میر عبدالجلیل بلگرامی کی خدمت میں پیش کیا۔ شعر بھی کہتے تھے، یکتا تخلص تھا۔

محمدّ عارف یاقوت رقم: اصل وطن ہرات۔عبدالباقی حدّاد کے باکمال و نامور شاگرد اور خطِ نسخ و ثلث کے یگانہ رُوزگار اُستاد۔خطِ نسخ بطرزِ خاص لکھتے تھے جس کو ہندوستان میں بہت فروغ حاصل ہوا۔شاہ عالم بہادر خلف اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں "یاقوت رقم" کا خطاب مرحمت ہوا۔ان کے قلمی ایک قرآنِ پاک کا عکس اب سے کچھ عرصہ پہلے بُھوپال سے شائع ہوُا تھا۔ان کا قلمی ایک قرآنِ مجید دہلی میوزیم میں بھی محفوظ ہے جو ۱۰۸۰ ھ میں تحریر کیا گیا ہے۔ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے، جن میں خاص یہ ہیں:

عصمت اللہ المشتہر بہ برادرزادہ یاقوت (۲) محمدّ افضل (۳) محمدّ عسکر (۴) میرا فضل اللہ

(۵) زین الدین وغیرہ۔

Marfat.com

مؤلف ''تذکرہ خوشنویساں'' کا بیان ہے کہ میں نے ان سب کے خط مشاہدہ کیے ہیں۔ان میں سے ہر ایک یاقوت کے برابر گزرا ہے۔

سیّد احمد بلگرامی: ابن سیّد ضیاء اللہ بلگرامی۔ ''ماثرالکرام'' میں ہے: ''بہرہ از علم داشت و حافظ قرآن و قاریَ خوش الحان بود و بہ تحریر خطِ نسخ یاقوت را غرق آب خجالت می ساخت'' آپ نے کلام اللہ اور تفسیر مدارک یادگار چھوڑی۔اسی سال کی عمر میں یکم ذی الحجہ ۱۱۴۳ھ کو بلگرام میں وفات پائی۔

سیّد عبدالواحد بلگرامی: بن سیّد خلیل بلگرامی ۱۰۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔عالمِ باعمل اور صوفی بافیض تھے ''ماثرالکرام'' میں ہے: ''سیّد خطِ نسخ بغایت شیریں می نوشت و نسخ او کلام اللہ فراواں و کتب بے پایاں بقلم جواہر رقم تحریر نمود۔'' ۲۳ رمضان المبارک ۱۱۶۱ھ کو شاہجہان آباد میں رحلت فرمائی۔ باغ مومن میں آسودۂ خاک ہوئے۔

نواب مرید خاں: نام سیّد محمّد صادق طباطبائی، محمّد شاہ رنگیلے کے اُمراء میں شامل تھے۔خطِ شکستہ، نسخ، تعلیق، ثلث اور ریحان وغیرہ میں کمال حاصل تھا۔خطِ شکستہ بطرز خاص لکھتے تھے جسے خطِ شکستہ کے سرآمد روزگار خطاط میرزا محمّد جعفر عرف کفایت خاں کے بیٹوں عبداللہ عرف درایت خاں اور محمّد اکبر سے اخذ کیا تھا۔

صاحبِ ''تذکرۂ خوشنویساں'' لکھتے ہیں: ''فقیر چند قرآنِ شریف بخطِ ریحان و ثلث و نسخ مُطلّا و مذہّب چند نسخہ گلستان وغیرہ مطلّا و مذہّب بخطِ شکستہ و تعلیق بخطِ نواب ممدُوح در لکھنؤ دیدہ''

مولانا محمّد غوث پشاوری: بن مولانا محمّد فائق، بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل میں ولادت ہوئی۔عالمِ باعمل اور مقبول بارگاہِ خداوندی تھے۔آپ کا مکتوبہ ایک قلمی قرآنِ پاک راقم کی نظر سے گذرا ہے۔نہایت پاکیزہ خط ہے،آخر میں تکمیل کتابت کی تاریخ ۱۹ ربیع الاوّل ۱۱۸۸ھ درج ہے۔متن کے ساتھ مفید حاشیے مُستزاد ہیں، جو نہایت اہم تفہیمی نکات پر مشتمل ہیں اختتام پر یہ عبارت درج ہے: ''فقیر محمّد غوث متنِ قرآن شریف و حاشیہ حسبِ فرمودۂ پیرو مرشد خود حضرت حافظ سلّمہ اللہ تعالیٰ و اعزہ و ابقاہ تحریر نمود۔'' تکمیل حاشیہ کی تاریخ ۷ شعبان ۱۱۸۹ھ۔مولانا محمّد غوث کا مزار پشاور میں ہے۔

قاضی فیض اللہ: برادرِ حقیقی قاضی عصمت اللہ خاں۔ خط نسخ کے زبردست خوشنویس تھے۔ متعدد کلام اللہ شریف یادگار چھوڑے۔ (تذکرہ خوشنویساں)

قاضی عصمت اللہ خاں: محمّد حسین آزاد نے انہیں قاضی عصمت اللہ بخاری لکھا ہے۔مولف ''تذکرۂ خوشنویساں'' رقم طراز ہے یہ بزرگ پاک نہاد تمام خطاطان نسخ نویس سے گوئے سبقت لے گئے۔ نسخ میں یاقوت (محمّد عارف مخاطب بہ یاقوت) کو پیچھے چھوڑ دیا۔ قاضی صاحب نے نہایت خوش آیند طرز روش اور اسلوب نگارش کی بنیاد ڈالی۔ انہوں نے متعدد قرآنِ پاک اور حمائلیں صفحہء روزگار پر

Marfat.com

یادگار چھوڑیں۔ ۱۱۸۶ھ میں اس یگانہ روزگار خطاط نے وفات پائی۔ ان کا حلقۂ تلامذہ بہت وسیع تھا جن میں ہر ایک اپنی جگہ باکمال تھا۔ چند نام یہ ہیں:

عباداللہ خاں: حکیم میر محمد حسین، عنایت اللہ مبروص، میاں محمدی، حافظ مسعود، قاضی ابوالحسن، میر کرم علی، میر گدائی۔

عباداللہ خاں: ابن قاضی فیض اللہ قرآن پاک کے عظیم الشان خوشنویس قاضی عصمت اللہ خاں کے بھتیجے تھے۔ خطِ نسخ قاضی صاحب کی روش پر لکھتے تھے ایسا کہ دونوں میں فرق و امتیاز کرنا مشکل تھا''۔ قاضی عصمت اللہ کے شروع کیے ہوئے قرآنِ پاک اکثر یہی لکھ کر ختم کرتے تھی اور مطلق فرق معلوم نہ ہوتا تھا۔ بارھویں صدی ہجری کے باکمال اور شہرہ آفاق خوشنویسِ نسخ تھے۔ (تذکرہ خوشنویساں)

میر کرم علی: قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے۔ خوش اخلاق و متقی تھے۔ متعدد کلام مجید یادگار چھوڑے۔ کوچہء چیلاں دہلی میں رہتے تھی۔ تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویس تھے۔ (تذکرۂ خوشنویساں)

حکیم میر محمّد حسین: نستعلیق میں خلیفہ سُلطان اور نسخ میں قاضی عصمت اللہ خاں شاگرد تھے۔ حضرت مولانا فخرالدین چشتیؒ دہلوی کے مُرید خاص تھے۔ آخر زمانہ حیات میں عُزلت نشینی اختیار کرلی۔ اکثر سیپارے اور پنجسورے لکھتے رہتے تھے۔ (صحیفہ خوشنویساں)

عصمت اللہ: المشتہر بہ برادرزادۂ یاقوت۔ محمّد عارف یاقوت رقم کے بھتیجے اور باکمال شاگرد۔ مولف ''تذکرۂ خوشنویساں'' لکھتے ہیں: ''درخطاطی کامل بودہ، اکثر کلام اللہ ازروشنائی مرکب بنظر درآمدہ''۔ عہدِ شجاع الدولہ (۱۱۶۹ھ تا ۱۱۸۸ھ) تک بقید حیات تھے۔

غلام حسین خاں: عرف کلو خاں۔ عصمت اللہ برادران یاقوت کے باکمال شاگرد۔ یاقوت کے طرز نسخ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ حافظِ قرآن و متقی و پرہیز گار تھے۔ دہلی وطن تھا۔ تیرہویں صدی ہجری میں انتقال ہوا۔ (تذکرۂ خوشنویساں)

محمّد حفیظ خاں: ساکنِ دہلی۔ خطِ نسخ، نستعلیق، ثلث اور شکستہ کے باکمال خوشنویس۔ ابتدا میں شاہی ملازم تھے۔ آخر زمانہ میں ترکِ ملازمت کرکے سجادۂ عبادت و توکل وقناعت پر بیٹھ گئے۔ تذکرۂ خوشنویساں میں ہے: ''چند جلد قرآنِ شریف بطرز یاقوت مطلّاو مذہب ازنظر بادشاہ گزرانید، واکثر ہفتی درآخرعمری نوشت و درکتابت کلامِ الٰہی تاآخر عمر اشتغال میداشت''۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست خاصی طویل ہے، مؤلف ''تذکرۂ خوشنویساں'' مولانا غلام محمّد ہفت قلمی المتخلص بہ راقم، آپ کی نظر کیمیا اثر کے فیض یافتہ ہیں۔ علاوہ ازیں خط نستعلیق میں میر ابوالحسن عرف میر کلن، قادر بخش، محمّد اسمٰعیل، محمّد نقی، وغیرہ آپ کے تلامذۂ خاص تھے۔ خطِ شکستہ میں منشی لچھمن سنگھ، لچھمی رام پنڈت، لالہ سکھ رام، منشی محبوب الٰہی اور منشی کسل سنگھ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی۔ مولانا غلام محمّد راقم نے یہ تاریخ وفات کہی:

Marfat.com

چوں محمّد حفیظ خاں استاد ترک ایں خاکدان فانی گفت
سالِ تاریخ فوتِ او راقم وائے آقا رشید ثانی گفت
۱۱۹۴ھ (تذکرۂ خوشنویساں)

حافظ عباد الوہاب کشمیری: کشمیر کے بلند پایہ خطّاط نسخ۔ ان کا تحریر کردہ ایک قلمی قرآنِ پاک قندہار میں احمد شاہ ابدالی کے مزار پر محفوظ ہے۔ اس کا سن کتابت ۱۱۷۹ھ ہے۔ (ہنرِ خط در افغانستان)

مفتی محمّد حیاتُ اللہ قصوری: بن محمّد فاضل، عالمِ اجل ہونے کے علاوہ خطِ نسخ کے باکمال خطاط بھی تھے۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن شریف اُن کے خاندان میں موجود ہے۔ راقمِ سطور کی نظر سے گذرا ہے۔ نہایت پاکیزہ خط ہے۔ اکثر صفحات پر طلائی نقش و نگار ہیں۔ پکا قلعہ قصور میں ان کی سکونت تھی۔ ۱۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ قصور کے بڑے قبرستان میں مدفون ہیں۔

محمّد منوّر کشمیری: کاتبِ مذکور نے قیمتی پتھروں سے رنگ تیار کرکے نہایت چابکدستی سے ایک حمائل شریف تحریر کی۔ ہر صفحہ آبِ زر سے مزیّن کیا۔ حمائل شریف کا سنِ کتابت ۱۲۲۴ھ ہے۔ ملتان میں سیّد محمّد رمضان شاہ گردیزی کے پاس ہے۔ (ماہ نو کراچی، مارچ ۱۹۶۷ء)

حضرت شاہ ابو سعید مُجدّدی: خلیفہ حضرت شاہ غلام علی مجدّدی دہلویؒ۔ صرف خالصاً للہ مشقِ خطِ نسخ مشہور خطاط کلو خاں سے کی۔ اور کلام اللہ لکھ لکھ کر وقف کیے۔ (تذکرۂ اہلِ دہلی صفحہ ۱۸)

مولانا غلام محمّد لاہوری: بن مولانا محمّد صدیق لاہوری۔ امامِ مسجد وزیر خاں لاہور۔ ''امام گاموں'' مشہور تھے۔ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں تھے۔ زہد و تقوٰی کی بناء پر قرآنِ پاک کی کتابت کرتے تھے۔ اس سے جو میسّر آتا اس میں سے کچھ حصّہ اپنے اوپر صرف کرتے اور کچھ اہلِ علم اور درویشوں میں تقسیم کردیتے۔ ۲۵ ذی الحجہ ۱۲۴۲ھ کو وفات پائی۔ مسجد وزیر خاں کے باہر جانبِ جنوب ان کا مزار ہے۔ (نقوش لاہور نمبر)

قاری محمّد جان: جنگِ آزادیٔ ہند ۱۸۵۷ء/۱۲۷۳ھ کے چند سال بعد انہوں نے ایک نہایت خوبصورت قرآن پاک تحریر کیا جو مطبعِ نظامی کانپور سے چھپ کر مقبول ہوا۔ (فہرست کتب مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۸۵۷ء)

مفتی غلام محمّد لاہوری: مفتی غلام سرور لاہوری مؤلف ''خزینتہ الاصفیاء'' کے والدِ ماجد ہیں۔ شیخ بہاءُ الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہ العزیز کی اولاد سے تھے۔ جامع علوم و فنون تھے۔ تدریس و طبابت میں سرگرم رہتے تھے۔ قُوتِ حلال کتابتِ قرآن مجید سے حاصل کرتے تھے۔ ۱۲۷۶ھ میں لاہور میں انتقال ہوا۔ (تذکرہ علمائے ہند)

سردار محمّد عمر کابلی: بن سردار محمّد کلان خان۔ کابل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدِ ماجد محمود شاہ سردارِ لشکر قندہار و حاکم سندھ و شکار پور تھے۔ والد ماجد کے ہمراہ انہوں نے قندہار، سندھ، بلوچستان، شکار پور، پشاور، کشمیر اور لاہور کی سیاحت کی۔ اس اثناء میں سفر و

حضر میں علوم عربی اور تعلیم خطاطی سے بھی بہرہ ور ہوئے۔ وہ پشتو اور فارسی کے شاعر بھی تھے۔ایک قلمی قرآن پاک بھی انہوں نے یادگار چھوڑا ۱۲۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ (ہُنرِ خط در افغانستان)

آغا غلام رُسول کشمیری: رام پور کے نواب کلب علی خاں کے ہاں شاہی خوشنویس تھے۔وطن کشمیر تھا، سال میں چھ مہینے کشمیر اور چھ مہینے رامپور میں رہتے تھے۔قرآنِ حکیم کے بلند پایہ خوشنویس تھے۔۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں انتقال ہوا۔ان کے بیٹے مرزا محمّد علی اور پوتے آغا مرزا محمّد حسین قرآنِ پاک کے خطّاط تھے۔ (صحیفۂ خوشنویس)

میر امام علی رضوی: سیّد میر امام الدین کے فرزند صاحبِ علم و فضل تھے۔علم طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔خطِ نسخ کی تعلیم اپنے والدِ ماجد سے حاصل کی۔قاضی عصمت اللہ بخاری کی طرز پر نہایت اچھا لکھتے تھے۔بادشاہ ظفر کے استاد تھے۔''داستانِ غدر'' میں لکھا ہے کہ اُن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک انقلاب ۱۸۵۷ء دہلی میں ضائع ہوگئے، یہ سب مطلاّ مذہّب تھے۔تیرہویں صدی ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ان کے فرزند جلال الدین حیدر مُرصّع رقم بلند پایہ خطّاط تھے۔ (خط و خطّاطی)

سیّد جلال الدین حیدر مُرصّع رقم: میر سیّد جلال الدین کے والد میر امام علی اپنے زمانے کے بلند پایہ خطّاط تھے، میر جلال الدّین نے خطِ نسخ اپنے والد سے سیکھا۔ابو ظفر بہادر شاہ نے میر امام علی اور میر جلال الدین دونوں سے خطّاطی کی تعلیم حاصل کی تھی۔میر جلال الدین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی قرآن کریم کی سات جلدیں انقلاب ۱۸۵۷ء میں دہلی میں ضائع ہوگئیں۔ یہ تمام جلدیں مطلاّ و مذہّب تھیں۔میر جلال الدّین مشہور ظہیر دہلوی (مؤلف داستانِ غدر) کے والد تھے۔ (داستانِ غدر، خط و خطّاطی)

غلام یٰسین لاہوری: ''تحقیقاتِ چشتی'' میں ہے کہ درگارہِ حضرت قطب الاقطاب علی الهجویری قدس اللہ سرہ کو ایک قرآنِ مجید قلمی میاں غلام یٰسین خوشنویس لاہوری نے نذر کیا۔ یہ تیرہویں صدی ہجری کے خطّاط تھے۔ (تحقیقاتِ چشتی)

سیّد بہادر علی: سیّد بہادر علی کے فرزند، رام پور کے رہنے والے تھے۔ان کے قلمی قرآن شریف ہندوستان میں متعدد مقامات پر پائے جاتے ہیں۔ رام پور میں اُن سے فنِ خوشنویسی میں بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ نواب محمّد سعید خاں کے نُدماء میں تھے۔پچاس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ (صحیفۂ خوشنویساں)

محمّد یحیٰی لکھنوی: خطِ نسخ کے اُستاد کامل تھے۔میر ہادی علی اور میر بندہ علی ''مرتعش رقم'' کے ہم عصر تھے۔ طباعت کے لئے پہلا قرآنِ مجید لکھنؤ میں آپ ہی نے لکھا تھا۔

منشی ہادی علی: دہلی وطن تھا۔مگر لکھنؤ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اساتذۂ فن میں سے تھے۔ نستعلیق میں حافظ ابراہیم بن حافظ نور اللہ لاہوری کے شاگرد تھے۔ خطِ نسخ کالپی کے کسی خوشنویس سے حاصل کیا۔ مطبع نولکشور سے آپ کے لکھے ہوئے قرآنِ پاک شائع ہوئے۔ نہایت عمدہ اور پاکیزہ خط ہے۔آپ کے تلامذہ میں سے منشی شمس الدین اعجاز رقم اور حامد علی مرصّع رقم یگانۂ روزگار ہوئے۔ (صحیفۂ خوشنویساں)

قاضی محمد امام الدین: بن قاضی نور محمد، کوٹ قاضی ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ عمر بھر قرآنِ پاک کی کتابت میں مشغول رہے۔ نہایت عمدہ خطاط تھے۔ جنڈیالہ باغ والا متصل گوجرانوالہ میں وفات پائی۔ وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ اُن کے خاندان میں آج بھی خطاطی کا سلسلہ جاری ہے۔ قاضی صاحب کے بھائی قاضی میراں بخش بھی کاتب قرآن تھے۔ قاضی میراں بخش کے پوتے حکیم محمد شفیع تاحال موجود ہیں اور کتابت کرتے ہیں۔

منشی محمد ممتاز علی نزہت رقم: آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے تلمیذِ رشید تھے۔ دہلی کے مایۂ ناز استادِ فن اور قرآنِ پاک کے نادر روزگار خطاط تھے۔ اپنے زمانے میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ درویش سیرت بزرگ تھے۔ زیادہ تر حرمین شریفین میں قیام رکھتے تھے۔ وہیں کتابتِ قرآن پاک میں مشغول رہتے۔ تکمیل کے بعد ہندوستان واپس آتے۔ خود اپنا مطبع بھی انہوں نے قائم کیا تھا۔ ہزاروں نسخے طبع کرکے تاجروں سے قیمت وصول کرتے اور پھر حرمین شریفین روانہ ہوجاتے۔ عمر بھر یہی معمول رہا۔ متعدد نسخہائے کلام پاک ان کے خامۂ عنبر شمامہ نے یادگار چھوڑے، نزہت رقم کا وہ قرآن شریف جو حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصحیح کے ساتھ مطبع مجتبائی سے شائع ہُوا، فنِ خطاطی کا بے نظیر نمونہ ہے۔ اُن کا آخری قرآن پاک ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا۔ تلامذہ کی تعداد کثیر تھی جن میں منشی محمد قاسم لدھیانوی "سلطان القلم" "فخرِ روزگار ہوئے۔ ان کے صاحبزادے منشی مشتاق علی اور منشی عبدالغنی بھی باکمال خطاط تھے۔ (خطاطی اور ہمارا رسم الخط، بیاضِ نفیس)

حافظ سید امیر الدین دہلوی: قرآن پاک کے مسلم الثبوت خطاط تھے۔ بہادر شاہ ظفر کے شاگرد تھے۔ آپ کی ایک حمائل شریف لندن میں طبع ہوئی جس نے بہت شہرت حاصل کی۔ ناصر نذیر فراق دہلوی لکھتے ہیں: "حافظ امیر الدین صاحب بادشاہ ہی کے شاگرد تھے جنہوں نے ایسا قرآن شریف لکھا جس کی دُھوم لندن اور رُوم تک ہورہی ہے۔" (لال قلعہ کی ایک جھلک)۔ سید یوسف بخاری نے "خطاطی اور ہمارا رسم الخط" میں حافظ صاحب کو میر پنجہ کش کا شاگرد لکھا ہے۔ حافظ صاحب کے تلامذہ میں منشی محمد قاسم لدھیانوی "سلطان القلم" جیسے باکمال خطاط شامل ہیں۔

مولوی فضل الدین صحاف: بن میاں محمد بخش صحاف۔ ان کا شمار لاہور کے ممتاز خوشنویسوں میں تھا۔ خطِ نسخ و نستعلیق کے ماہر تھے۔ ان کی لکھی ہوئی ایک حمائل لندن میں طبع ہوئی تھی۔ علامہ علاء الدین صدیقی کے دادا تھے، چوہٹہ مفتی باقر میں رہتے تھے، مطبع صحافی کے نام سے اُن کا اپنا ایک پریس بھی تھا۔ تعلیم خطاطی پر انہوں نے ایک مجموعۂ قطعات بھی شائع کیا تھا۔ ۱۹۰۰ء کے قریب ان کا انتقال ہوا۔ (ارمغان، لاہور)

خلیفہ عبدالحمید دہلوی: بن شیخ احمد خوشنویس دہلوی۔ خطِ نسخ کے بلند پایہ خطاط تھے۔ ۱۳۰۴ھ میں ان کا ایک جلی قلم قرآنِ پاک مع ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر میور پریس دہلی سے طبع ہوا۔ اسی سائز پر ان کا ایک اور قرآن مجید دو ترجمے والا ۱۳۰۸ھ میں چھپا۔

Marfat.com

برکت علی سیالکوٹی: قرآنِ پاک کے بہترین خطّاط ان کا قرآنِ پاک بخطِ جلی پنجاب پریس سیالکوٹ میں باہتمام منشی غلام قادر فصیح ۱۸۹۹ء/۱۳۱۷ ھ میں طبع ہوا۔

منشی اشرف علی انصاری: لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ میر بندہ علی ''مرتعش رقم'' کے مایہ ناز شاگرد اور اپنے زمانے کے اُستادِ فنِ خطّاط تھے۔ مطبع نولکشور لکھنؤ سے ۱۲۸۳ ھ میں آپ کا لکھا ہوا قرآنِ پاک طبع ہوا جو اتنا مقبول ہوا کہ اس کے متعدد ایڈیشن یکے بعد دیگرے شائع ہوئے۔

مولوی غلام رسول عادل گڑھی: مشہور خطّاط مولوی عبدالرشید محبوب رقم اور مولوی محمّد حسین عادلی کے دادا ہیں۔ قرآنِ پاک کے نہایت عمدہ خوشنویس تھے، عالم و فاضل تھے۔ مولوی محمّد حسین عادلی مرحوم فرماتے تھے کہ ہمارے دادا مولوی غلام رسول صاحب عادل گڑھی اور مولوی فضل الٰہی وارثی نے سمبڑیال میں خوشنویسوں کے ایک مشہور خاندان سے اکتساب فن کیا، مولوی غلام رسول صاحب کے تلامذہ میں اُن کے بیٹے مولوی نیاز احمد کے علاوہ مولوی فضل الٰہی مرغوب رقم اور مولوی عبدالرشید محبوب رقم عادلی مشہور ہوئے۔ مولوی نیاز احمد بھی کاتب قرآن تھے۔

مولوی محمّد عبداللہ وارثی: بن مولوی فضل الٰہی۔ وارث کوٹ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ مولوی سید احمد ایمن آبادی خوشنویس سے خطّاطی کی تعلیم حاصل کی۔ نسخ و نستعلیق کے بلند پایۂ خطّاط تھے، متعدد قرآنِ پاک انھوں نے تحریر کیے، دہلی بمبئی اور لاہور کے کتب خانوں کا کام کرتے رہے۔ منشی محمّد قاسم لدھیانوی کے ہمعصر تھے۔ زود نویس بھی تھے۔ آپ کے والد صاحب بھی قرآن پاک کے خوشنویس تھے۔ آپ ایک نیک نہاد صوفی تھے۔ حضرت میاں شیر محمّد شرقپوریؒ کے مُرید تھے۔ آپ کے تلامذہ کثیر تعداد میں ہیں جن میں آپ کے فرزند مولوی عنایت اللہ صاحب کے علاوہ مولوی عبدالرشید محبوب رقم عادلی، پیر عبدالحمید اور منشی عبدالقدوس مشہور ہیں۔

مولوی محمّد قاسم لُدھیانوی ''سُلطان القلم'': بن مولوی اللہ دین واعظ۔ محلہ اقبال گنج لدھیانہ میں ولادت پائی۔ خطِ نسخ سید امیر الدین دہلویؒ اور مولوی محمّد ممتاز علی نزہت رقم مہاجر مکی سے حاصل کیا۔ خطِ نستعلیق میں مولوی سید احمد ایمن آبادی اور منشی شمس الدین اعجاز رقم سے بھی استفادہ کیا۔ مولوی محمّد قاسم برِصغیر ہندو پاک کے مسلّم الثبوت خطّاط قرآن تھے۔ وہ اپنے محترم اُستاد مولوی محمّد ممتاز علی کی طرز پر لکھتے تھے۔ ۱۹۰۷ء میں انھوں نے ایک ہفت رنگ قرآنِ پاک اپنے مطبع قاسمی میں طبع کیا جس کا انتساب انھوں نے خان حبیب اللہ والیٔ افغانستان کے نام سے کیا۔ یہ نسخۂ قرآنِ پاک خطّاطی کا عظیم الشان نمونہ ہے۔ انھوں نے کثیر تعداد میں قرآنِ پاک لکھے۔ اخیر زمانہ میں انجمن حمایت اسلام کی دعوت پر لاہور چلے آئے۔ لدھیانہ کے علاوہ دہلی میں بھی انھوں نے ایک عرصہ قیام کرکے دادِ فن دی۔ ـ گلی نقشبندیاں برانڈرتھ روڈ میں انھوں نے رہائش اختیار کی۔ یہاں انھوں نے انجمن حمایتِ اسلام کیلئے قرآنِ پاک لکھنا شروع کیا۔ یہ ان کا آخری کارنامہ ہے۔ قیام لاہور میں ان کی صحت مخدوش ہوگئی اور کتابت مسلسل جاری نہ رہ سکی۔ دوسرے سے پانچویں تک چار پارے ختم کرلیے تھے، چھٹے کی کتابت جاری تھی کہ ان کی طبیعت بگڑ گئی اور طویل علالت کے

بعد ۱۳ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ کو بروز جمعہ ستتر برس کی عمر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا، غفر اللہ لہ،۔ان کے انتقال کے بعد ان کے خلفِ اکبر منشی محمّد شفیع صاحب نے اس کام کا بیڑا اُٹھایا اور بحمد اللہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔ جزاہ اللہ خیرا (دیباچۂ قرآن مجید)۔

''سلطان القلم'' نے ایک اور قرآن پاک بھی ادھورا چھوڑا ۔ یہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیو بندی کی تفسیر تھی۔ ۲۵ پاروں کی کتابت ان کے ہاتھوں مکمل ہوسکی۔ اس کی تکمیل بھی ان کے فرزند اکبر نے کی۔ یہ قرآن پاک ''سلطان القلم'' کے اعجاز قلم کا عظیم الشان نمونہ ہے۔ ''سلطان القلم'' کے صرف دو فرزندوں، منشی محمّد شفیع مرحوم اور منشی محمّد شریف صاحب نے کتابتِ قرآن پاک کا مشغلہ اختیار کیا۔

مولوی امام الدین کیلانی: آبائی وطن حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ ہے۔ صاحبِ علم و فضل اور قرآنِ پاک کے نہایت اعلیٰ خوشنویس تھے۔ مولوی محمّد عبداللہ وارثی کے ہم عصر اور گھرے دوست تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ خدایا مجھے کتابت کے لئے صرف قرآنِ پاک اور حدیث شریف ہی کا کام مہیا فرما۔ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور تمام عمر قرآنِ کریم اور حدیث شریف کی کتابت ہی میں گذری۔ ان کے مطبوعہ قرآن مجید اور حمائلیں بطور یادگار محفوظ ہیں۔ ان کی اولاد میں تاحال فنِ خطّاطی کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے فرزند مولوی نورالٰہی بھی کاتبِ قرآن تھے۔ انہوں نے پندرہ قرآنِ شریف تحریر کیے۔ ہمارے دور میں متعدد کیلانی خوشنویس قرآنِ پاک کی کتابت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

قدرتُ اللہ انتخاب رقم: دہلی کے رہنے والے تھے۔ خط نسخ و نستعلیق کے ماہر تھے خصوصاً خطِ نسخ کے مسلم الثبوت اُستاد تھے۔ حیدر آباد دکن میں شاہی خطّاط تھے۔ ان کے تلامذہ میں سے جناب مستجاب رقم ان دنوں کراچی میں دادِ فن دے رہے ہیں۔

منشی محمّد الدین: بن مولوی نظام الدین۔ جنڈیالہ ڈھاب والا ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ خطِ نسخ و نستعلیق کے مسلم الثبوت اُستاد تھے۔ ان کا تحریر کردہ ایک قرآن مجید امر تسر سے شائع ہوا جس کی ہر سطر ''الف'' سے شروع ہوتی ہے۔ ایک اور قرآنِ مجید ایسا تحریر کیا جس کی ہر سطر ''ک'' پر ختم ہوتی ہے۔ متعدد قرآن پاک انہوں نے تحریر کیے جو خطّاطی کا عظیم الشان نمونہ ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جب خانۂ کعبہ کا غلاف پہلی بار پاک و ہند میں تیار ہوا تو اس پر آیات کریمہ کی خطّاطی کی سعادت منشی محمّد الدین مرحوم کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے اپنی عُمرِ عزیز کا بیشتر حصہ لاہور اور دہلی میں بسر کیا۔ ۱۹۴۳ء میں دہلی میں وفات پائی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ فاطمۃالکبریٰ مرحومہ جو بر ّصغیر پاک و ہند میں قرآن پاک کی نامور اور باکمال خطّاطہ تھیں، انہی کی لائق و قابل قدر دختر نیک اختر تھیں۔ یُوسُف دہلوی (حال مقیم کراچی) جو خطِ نستعلیق کی ایک خاص طرز کے بانی ہیں، منشی محمّد الدّین مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔

محمود خان دہلوی: قرآن پاک کے زبردست خطّاط دہلوی اساتذۂ فن میں امتیازی شان رکھتے تھے، منشی عبدالغنی بن منشی محمّد ممتاز علی نزہت رقم کے شاگرد خاص تھے۔ تقسیم برصغیر کے بعد وفات پائی۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کثیر ہے۔ حافظ محمّد یوسف صاحب سدیدی بھی دہلی میں دو تین ماہ ان سے مستفید ہوئے۔ انہوں نے صرف درود شریف بخطِ نسخ کی مشق کرائی۔

Marfat.com

محمد شفیع لودیانوی: ابن سلطان القلم مولوی محمد قاسم لودیانوی بمقام دریا گنج دہلی ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ ماجد سے خطاطی کے علاوہ روشنائی سازی، بلاک میکری اور طباعت کا کام بھی سیکھا۔ ان کے خط میں اپنے والد کے خط کی شان پوری پوری موجود تھی، عام آدمی کے لئے فرق و امتیاز کرنا مشکل ہے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار کے دو ادھورے قرآن پاک مکمل کیے، جو ان کے کمال فن کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔ محمد شفیع مرحوم پاکستان بننے کے بعد لدھیانہ سے لاہور آگئے۔ یہاں آکر پاکستانی فوج کے بیجز کا کام انہوں نے حاصل کیا۔ مولڈنگ کے کام میں بھی انہیں مہارت تھی اس میں انہوں نے اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا۔ نومبر ۱۹۵۲ء میں اس عظیم خطاط نے وفات پائی قبرستان میانی صاحب میں سپرد خاک ہوئے۔

مولوی عبد الرشید محبوب رقم عادلی: بن مولوی نیاز احمد خوشنویس بن مولوی غلام رسول عادل گڑھی خوشنویس۔ ۱۸۶۵ء میں موضع عادل گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد اور دادا کے علاوہ مولوی محمد عبد اللہ وارثی سے بھی انہوں نے اکتسابِ فن کیا۔ لاہور کے مختلف مشہور اداروں کا کام کرتے رہے۔ ۸۵ برس کی عمر تک فنِ خطاطی کی خدمت کی۔ قرآنِ پاک سو سے زیادہ تعداد میں تحریر کیے۔ خضری محلہ شیرانوالہ دروازہ لاہور میں ان کا قیام تھا۔ محبوب رقم مرحوم کا شمار قرآنِ پاک کے چوٹی کے خوشنویسوں میں ہوتا ہے، اخیر عمر میں اُن پر فالج کا حملہ ہوا تو لاہور سے اپنے وطن عزیز عادل گڑھ چلے گئے وہیں ۲۹ نومبر ۱۹۶۱ء کو قرآن پاک کا یہ عظیم خطاطِ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔

مولوی محمد حسین عادلی: بن مولوی نیاز احمد خوشنویس عادل گڑھی۔ قرآنِ پاک کے عظیم خطاط تھے۔ مولوی عبد الرشید محبوب رقم عادلی کے برادر خرد تھے۔ "مبارک رقم" قلمی نام تھا۔ ۱۳۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ عمر عزیز کا زیادہ حصہ کتابت قرآن پاک میں گزرا۔ نہایت نیک نفس تھے۔ نسخ و نستعلیق اور ثلث ہندی کے ماہر خوشنویس تھے۔ قطعات اور طغرے بھی نہایت عمدہ بناتے تھے۔ نقاشی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ محلہ وسن پورہ لاہور میں ان کی رہائش تھی۔ ۸ مئی ۱۹۶۴ء کو لاہور میں اپنے مکان "دار الامان" میں وفات پائی۔ جسد خاکی عادل گڑھ لے جا کر سُپرد خاک کیا گیا۔

حکیم سید نیک عالم شاہ: بن سید نواب شاہ موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے برادر بزرگ حکیم سید محمد عالم شاہ (المتوفیٰ ۱۳۶۲ھ) سے اکتسابِ فن کیا۔ اعلیٰ خطاط ہونے کے علاوہ نہایت زود نویس تھے۔ ۵۹ قرآن مجید عُمر بھی میں تحریر کیے۔ آپ نے ایک حمائل شریف ۲۳ دن میں تحریر کی جو ۱۹۳۳ء میں طبع ہوئی۔ لاہور، دہلی اور کانپور کے اداروں کا کام زیادہ تر کرتے تھے۔ اخیر زمانہ میں لاہور چلے آئے تھے۔ محلہ گڑھی شاہو نئی آبادی میں رہائش تھی۔ یہیں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۶۷ء کو آپ نے وفات پائی۔ اسی محلہ کے قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ ماہرِ فن آپ کے بھیچرے بھائی سید محمد اشرف علی "سید القلم" ہیں جو قرآن پاک کے نادر روزگار خطاط ہیں۔ محمد صدیق الماس رقم بھی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

Marfat.com

فاطمۃ الکبریٰ: منشی محمد الدین کی صاحبزادی اور مشہور خطاط جناب یوسف دہلوی کی ہمشیرہ تھیں۔ خطِ نسخ کی باکمال خطاط تھیں۔ اپنے ننھیال سمبڑیال (ضلع سیالکوٹ) میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد سے اکتسابِ فن کیا۔ ان کی شادی میترانوالی (ضلع سیالکوٹ) کے سردار محمد سعید سے ہوئی لیکن ۱۹۳۳ء میں وہ بیوہ ہوگئیں، اس کے بعد وہ اپنے والد بزرگوار کے پاس دہلی چلی گئیں۔ ہمارے علم میں وہ برصغیر پاک و ہند کی واحد خاتون ہیں جنہوں نے قرآن پاک کی کتابت میں اتنا نام پیدا کیا۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تین حمائلیں چھپ چکی ہیں۔ ایک ''فتح الحمید'' کے نام سے مشہور ہے، دوسری ان کے ایک عزیز نے چھپوائی تھی اور تیسری انہوں نے خود طبع کرائی۔ اس کے علاوہ انہوں نے مرحومہ حضرت بیگم بھوپال کو اپنا تحریر کردہ پنجسورۃ پیش کیا تھا جس کی قدردانی انہوں نے یوں کی کہ اپنی جڑاؤ پہنچیاں مرحمت کیں۔ ایک پنجسورۃ نظامِ دکن میر عثمان علی خاں کے لئے بھی لکھا۔ جس پر انہیں تاحیات وظیفہ سے نوازا گیا۔ مرحومہ کی تمنا تھی کہ وہ مُعریٰ کلامِ پاک جلی حروف میں لکھیں چنانچہ یہ کلام پاک مع آٹھ پاروں کے ان کی زندگی کا آخری کارنامہ ہے۔ یہ نادر تحفہ جلد ہی اُردو اکیڈمی سندھ کے زیر اہتمام طبع ہوجائیگا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد لاہور چلی آئیں۔ دو سال یہاں رہنے کے بعد پھر کراچی منتقل ہوگئیں۔ ناظم آباد کراچی میں قیام تھا۔ مرحومہ فاطمۃ الکبریٰ پابند صوم و صلوٰۃ اور پاکباز و متقی خاتون تھیں۔ عُمر بھر پردہ کی نہایت درجہ پابندی کی۔ اس باکمال خطاطہ نے ۸۴ سال کی عمر میں ۱۹ دسمبر ۱۹۶۷ء مطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ کراچی میں وفات پائی۔ وہیں آسودہ خاک ہوئیں۔

مولانا اشتیاق احمد دیوبندی: ابن شیخ ظفر احمد عثمانی۔ ۱۳۱۲ھ میں دیوبند ضلع سہانپور میں پیدا ہوئے۔ منشی محبوب رقم میرٹھی کے نامور اور باکمال شاگرد ہیں۔ منشی محبوب رقم قرآنِ پاک کے نادر روزگار خطاط منشی ممتاز علی دہلوی مہاجر مکی کے شاگردِ خاص تھے۔ آپ کے مختلف سائز کے سات قرآن مجید شائع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ تین کی کتابت پوری نہیں ہوسکی۔ عرصہ ۲۳ سال سے دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ خطاطی میں بحیثیت صدر و ناظم مامور ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ خطاط کے علاوہ بافیض شیخِ طریقت بھی ہیں۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک ہیں۔ تادمِ تحریر زندہ ہیں۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔

مولوی محمد عنایت اللہ وارثی: ابن مولوی محمد عبداللہ وارثی، وارث کوٹ ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے ہیں۔ اپنے والد ماجد سے اکتسابِ فن کیا۔ نسخ و نستعلیق دونوں لکھتے ہیں۔ عالم و فاضل ہیں۔ انجمن خدام الدین کا مطبوعہ قرآنِ پاک (پہلا ایڈیشن) ان کے حُسنِ خط کا نمونہ ہے۔ متعدد قرآن مجید انہوں نے تحریر کیے ہیں۔ تاحال خدمتِ فن میں مصروف ہیں۔ سلمہ اللہ۔ ''العصر'' کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی شائع کرتے ہیں۔

پیر عبدالحمید: ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن موضع کالے والا ضلع گوجرانوالہ ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں مشہور خطاط مولوی محمد عبداللہ وارثی کی خدمت میں زانوے تلمذ یہ کیا۔ کچھ عرصہ تک ان سے مستفید ہونے کے بعد ان کے شاگرد رشید مولوی عبدالرشید عادل گڑھی سے اکتسابِ فن کیا۔ پیر صاحب دورِ حاضر کے ممتاز خوشنویسوں میں شمار ہوتے ہیں، عمرِ عزیز کا بیشتر حصہ کتابت قرآن پاک میں گزرا ہے، کم و بیش تیس قرآن پاک ان کے قلم سے نکل چکے ہیں۔ تاج کمپنی جو اشاعت قرآن مجید کا ایک شہرۂ

Marfat.com

آفاق ادارہ ہے، پیر صاحب کے حُسنِ خط اور فنی مشوروں کا مرہونِ منت ہے۔ پیر صاحب ان دنوں بیمار ہیں۔ نظر کمزور ہونے کی وجہ سے کتابت سے سبکدوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔

سیّد محمّد اشرف علی ''سیّد القلم'': بن سیّد بڈھن شاہ۔ راقمِ سطور کے والدِ ماجد اور استادِ خطّاطی ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں موضع گھوڑیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ اپنے تایا زاد بھائیوں حکیم سیّد محمّد عالم اور حکیم سیّد نیک عالم شاہ رحمہما اللہ سے اکتساب فن کیا پھر اس صلاحیت سے خط میں زیبائی و رعنائی پیدا کی۔ آپ نسخ و نستعلیق کی باکمال اور صاحب طرز خطّاط ہیں۔ آپ کے خطِ نسخ میں لاہوری، دہلوی اور لکھنوی طرزوں کا نہایت حسین امتزاج ہے، اہل نظر آپ کی مہارتِ فن کے قائل اور معاصر کاتبانِ قرآن پر آپ کی فوقیت کے معترف ہیں۔ آپ نے ۱۹۲۲ء میں کتابت کا آغاز کیا۔ آپ کا پہلا قرآنِ پاک ۱۹۳۰ء میں مطبع قیومی کانپور (ہند) سے شائع ہوا۔ خفی نستعلیق میں آپ کا قلم جادو رقم تھا۔ اب ایک عرصہ سے مسلسل کتابتِ کلام اللہ ہی میں مشغول رہتے ہیں۔ ان دنوں لاہور میں مقیم ہو چکے ہیں اور دسواں قرآنِ پاک تحریر فرما رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود زورِ قلم بدستور قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تادیر سلامت رکھے۔

محمّد شریف لودیانوی: ابن ''سلطان القلم'' مولوی محمّد قاسم لودیانوی۔ لدھیانہ میں دسمبر ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے۔ اپنے والدِ ماجد سے اکتسابِ فن کیا۔ ۱۹۲۹ء میں لدھیانہ سے لاہور چلے آئے اور تاحال رام گلی نمبر ۱۱ میں مقیم ہیں۔ ابتدا میں نستعلیق ہی لکھتے تھے۔ ۱۹۴۵ء کے بعد کلام پاک کی کتابت کی طرف متوجہ ہوئے۔ تقریباً دس بارہ قرآنِ پاک انہوں نے اب تک تحریر کیے ہیں۔ موجودہ دَور کے ممتاز کاتبانِ قرآن میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں۔ ان دنوں کتابت سے سبکدوش ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفا نصیب فرمائے۔ حافظ محمّد یوسف سدیدی صاحب نے ابتدائی مشق میں ان سے استفادہ کیا تھا۔

(بشکریہ سیّارہ ڈائجسٹ لاہور قرآن نمبر، ۱۹۷۰ء)

Marfat.com

خطّاطی

تاریخی عظمت کا شاہکار........... ایک بے مثال فن

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا

ہم نے آدم کو تمام اسماء سکھائے

''اسماء'' سے مختلف مفہوم مراد لیے گئے ہیں جن میں علوم، زبانیں اور ان کی تحریریں بھی شامل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اُن کی اولاد نے جن میں ایک لاکھ سے اُوپر انبیاء کرام بھی گزرے ہیں علم اور تحریر کی ترویج و اشاعت کی۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ ساری دُنیا میں پھیل گیا۔ ابتدائے آفرینش سے قلم اور علم میں باہمی رشتہ و تعلق چلا آرہا ہے۔ قلم کی شاخ سے علم کی کونپل پھوٹی ہے۔

اوّلین وحی مبارک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o (القرآن)

آپ (قرآن پاک) پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے اسے اشاعت علم کا ذریعہ وواسطہ قرار دیا ہے۔ تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں تحریر کی مختلف شکلیں تھیں۔ آہستہ آہستہ انسان کا جمالیاتی ذوق اس میں محاسن پیدا کرتا چلا گیا۔ مفسرین و مورّخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام کو خطّاطی و خوشنویسی کا ہُنر عطا کیا گیا۔

مؤلف '' التعریف والاعلام'' نے بروایت حضرت عمر بن عبدالبر لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَوَّلُ مَنْ کَتَبَ بِالْعَرَبِیَّةِ اِسمٰعِیل عَلَیهِ السَّلام

اوّل جس نے عربی زبان لکھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزندان گرامی نفیس، نصر، تیماء اور دومہ نے خطِ عربی کی ترویج و اشاعت کی۔ بعد میں اُن کا انداز خط حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے قبیلہ نبطی کی نسبت سے خطِ نبطی مشہور ہو گیا۔

خطِ نبطی میں حمیر بن سبا یمنی نے مزید محاسن پیدا کیے۔ اس کا اندازِ تحریر حمیری کے نام سے مشہور ہوا، جو حجاز مقدس میں بہت مقبول ہوا۔ اہل حیرہ (کوفہ) نے بھی خطِ نبطی میں اصلاحات کیں جس سے وہ خطِ حیری کہلانے لگا۔ حیرہ شہر کوفہ کا پُرانا نام ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں خطِ حمیری اور خطِ حیری میں کتابت ہوتی تھی۔ آپ کے نامہ ہائے مبارک سے اُن کا اندازِ تحریر معلوم ہوتا ہے۔

اسلامی خطّاطی کا آغاز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہوتا ہے۔ آپ نزول وحی کے فوراً بعد خاص طور پر کسی

Marfat.com

خوش خط صحابی کو یاد فرماتے، وہ تختی، قلم اور دوات لیکر حاضر ہوتے۔آپ نازل شدہ آیاتِ قرآنی اُنھیں قلمبند کرادیتے۔کثیر التعداد صحابہ کرام ؓمیں سے کم وبیش چالیس خوش نصیبوں کو کاتبانِ وحی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خط و خطّاطی کی طرف خاص طور پر توجّہ فرمائی۔چنانچہ جنگِ بدر میں جو قیدی اور غلام گرفتار ہو کر آئے آپ نے انھیں ہدایت فرمائی کہ اگر وہ دس دس مسلمانوں کو علمِ تحریر سکھادیں تو اُنھیں رہا کردیا جائے گا۔اس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ صحابہ کرام میں خط و خطّاطی کی ترویج عام ہُوئی۔حضور کے زمانۂ مبارک میں قرآن پاک کے لکھے ہُوئے نسخے عام طور پر صحابہ ؓ کے پاس موجود تھے۔بعض صحابہ ؓ نے خود لکھے اور اکثر نے لکھوائے۔

عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی، عہدِ عثمانی اور عہدِ علوی میں ذوقِ خوشنویسی مزید ترقی کرگیا۔عہدِ اموی کے نامور خطّاط خالد ابن الهیّاج نے مسجدِ نبوی میں آبِ زر سے خطِ کوفی میں سورۂ والشّمس لکھی جو صدیوں تک برقرار رہی۔انھوں نے حضرت عُمر بن عبدالعزیز کیلئے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھا۔جب یہ مصحف اُن کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ اس کا خط دیکھ کر حیران رہ گئے۔اُسے بار بار چومتے اور آنکھوں سے لگاتے اور آخر یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اس کا انعام دینا میرے بس کی بات نہیں۔

بنو امیّہ کے آخری دور میں قطبۃ المحرر ایک مشہور خطّاط تھے۔انھوں نے سب سے پہلے خطِ کوفی میں کچھ ایسی اصلاحات کیں جن کی بنیاد پر بعد میں "خطِ نسخ" ایجاد ہوا۔

ابتدائی عہدِ عباسی میں ضحاک بن عجلان اور اسحاق بن حماد مشہور خطّاط تھے۔خشنام البصری اور مہدی الکوفی بھی اسی دَور کے نامور خطّاط تھے۔اسحاق بن حماد کے تلامذہ میں دو بھائی ابراہیم الشجری اور یوسف الشجری تھے۔ابراہیم الشجری کے شاگردوں میں الاحول المحرر جیسا امام فن خطّاط تھا، جس نے کئی اقلام ایجاد کیے۔

الاحول المحرر کے فیضِ تربیت سے ایک ایسی شخصیت ظہور میں آئی، جس نے خطّاطی کی دُنیا میں بہت بڑا انقلاب پیدا کیا۔یہ مشہور عالم خطّاط ابو علی محمّد بن علی بن الحسین بن محمّد بن مقلہ بیضاوی تھا۔ابن مقلہ بغداد میں ۲۷۲ہجری میں پیدا ہوئے۔وہ علمِ تفسیر، حدیث، فقہ، تجوید، شعر وادب، انشاء پردازی، خطّاطی، غرض سب علوم وفنون میں یکتائے روزگار تھے۔تین عباسی خلفاء مقتدر باللہ قاہر باللہ اور راضی باللہ کی وزارت عظمیٰ پر مامور رہے۔حاسدوں کی محلاتی سازشوں نے انھیں جیل تک پہنچایا۔بالآخر یہ نابغۂ روزگار عالم و فاضل اور شاعر و خطّاط بعہد راضی باللہ ۳۲۸ہجری میں قتل کردیا گیا۔ابن مقلہ نے تین مکمل قرآن مجید یادگار چھوڑے۔رضا لائبریری رامپور میں ان کا تحریر کردہ ایک مصحف مبارک بیان کیا جاتا ہے۔

ابن مقلہ نے چھ خطوط ایجاد کیے۔مولانا جامی ؒ فرماتے ہیں:

ابن مقلہ وضع کرد ایں شش خط از خطِ عرب
ثلث و ریحان و محقق نسخ و توقیع و رقاع

Marfat.com

بدیع و محقق ہی نے آگے چل کر خطِ نسخ کی شکل اختیار کرلی۔پہلے خطوط کا ناسخ ہونے کی وجہ سے نسخ کہلایا۔ یہ خط قرآن پاک، کتابوں اور عام تحریروں میں اور ثلث و ریحان زیادہ تر کتابت اور سُرخیوں کے لئے استعمال ہوتے تھے۔آج ایک ہزار سال کے بعد بھی خطِ نسخ اسلامی دُنیا میں مقبول عام ہے۔

ابن مقلہ کے تلامذہ میں عبداللہ بن اسد بن علی القاری اور محمّد بن السمسانی نے شہرت پائی۔ پھر ان دونوں اور خصوصاً عبداللہ بن اسد سے ابوالحسن علی بن بلال البغدادی نے خطّاطی کی تعلیم و تربیت حاصل کی جو ابن البوّاب کے نام سے مشہورِ عالم ہیں۔ ان کی ولادت ۳۵۰ ہجری میں ہوئی۔ ابن البوّاب فنِ خطّاطی کے مسلمہ امام اور مجتہد تھے۔ انھوں نے ابن مُقلہ کے ایجاد کردہ خطوط اور خصوصاً خطِ نسخ کو عروج پر پہنچایا۔ ان کی وفات خلیفہ قادر باللہ کے عہد میں ۴۳۱ ہجری میں ہوئی۔ بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار کے قریب مدفون ہیں۔ابن البوّاب نے زندگی میں ۶۴ قرآن پاک لکھے۔ سیّد شریف المرتضیٰ جیسی عظیم شخصیت نے اُن کا مرثیہ لکھا جو اُن کی عظمت پر شاہد عادل ہے۔

ابن البوّاب کے تلامذہ میں محمّد بن عبدالملک سے نامور خطّاط و محدث خاتون زینب الدینوریہ نے فنِ خطّاطی سیکھا۔ ملک شاہ سلجوقی کے درباری خطّاط یاقوت بن عبداللہ الملکی الموصلی نے اسی خاتون سے خط کی تعلیم حاصل کی۔ یاقوت بن عبداللہ کے تلامذہ میں عہدِ عباسی کا آخری اور عالمِ اسلام کا سب سے مشہور خطّاط یاقوت بن عبداللہ الرومی المستعصمی تھا۔

یاقوت مستعصمی نے ابن البوّاب کے فن کو اوجِ کمال پر پہنچایا۔ انھوں نے قرآن مجید کی خطّاطی میں حیرت انگیز جدتیں اور نکتہ آفرینیاں کیں۔ آج بھی ان کا طرزِ خط ضرب المثل ہے۔ ان کی وفات ۶۹۱ ھ میں ہوئی۔ اُن کا فیضان اُن کے چھ باکمال شاگردوں کے ذریعے پورے عالمِ اسلام میں جاری وساری ہے۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ارغون بن عبداللہ کاملی، یوسف مشہدی، نصر اللہ طبیب، شیخ زادہ احمد السہروردی، مبارک شاہ زرّیں قلم، سیّد حیدر جلی نویس۔

"حالات ہُنروراں" میں ہے کہ خوشنویسانِ خراساں کا سلسلۂ تلمذ نامور خطّاط مولانا عبداللہ صیرفی تک پہنچتا ہے جو سیّد حیدر جلی نویس کے شاگرد تھے۔ مولانا عبداللہ صیرفی کے متعلق مشہور ہے کہ وہ برصغیر پاک وہند میں تشریف لائے تھے۔ وہ سلطان ابو سعید خدا بندہ (م ۷۳۷ھ) کے معاصر تھے۔

نویں صدی ہجری میں میر سیّد علی تبریزی نے خطِ نسخ اور خطِ تعلیق سے خطِ نستعلیق اختراع کیا جسے قبولِ عام حاصل ہوا۔ وہ امیر تیمور کے معاصر تھے۔ اُن کی وفات نویں صدی ہجری کے وسط میں ہوئی۔ اُن کے صاحبزادے میر عبداللہ کے ذریعے اُن کا فنی کمال عام ہُوا۔ ایران، ہندوستان، افغانستان اور پاکستان میں اُن کا فیض جاری وساری ہے۔

سرآمدِ خوشنویسانِ پاک وہند آغا عبدالرشید دیلمی کا سلسلۂ تلمذ حسبِ ذیل ہے:

Marfat.com

عبدالرشید دیلمی از میر عماد الحسنی از مولانا محمّد حسین تبریزی از سیّد احمد مشہدی از مولانا میر علی ہروی از مولانا سلطان علی مشہدی از حافظ حاجی محمد از مولانا مظہر الدین اظہر از مولانا فرید الدین جعفر تبریزی از خواجہ میر عبداللہ از حافظ خواجہ ظہیر الدین میر سیّد علی تبریزی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

برّصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد اور خطّاطی کی تاریخ یکساں پُرانی ہے۔ قدیم مساجد و مقابر کے کتبات سے مسلمان حکمرانوں خصوصاً سلاطین دہلی کے اعلیٰ ذوقِ خطّاطی کا ثبوت ملتا ہے۔

سِندھ میں بھنبھور (نواح ٹھٹھہ) کے مقام پر ایک قدیم معدوم مسجد کا کتبہ نہایت صاف تزئینی خط کوفی میں قابل دید ہے۔ یہ مسجد ۲۹۴ ہجری میں امیر محمّد بن عبداللہ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ مسجد قوۃ الاسلام دہلی بھی برّصغیر کی قدیم ترین عمارات میں شمار ہوتی ہے۔ مسجد ۵۹۴ھ میں سلطان قطب الدین ایبک (م ۶۰۷ھ/۱۲۱۰ء) کے فرمان سے تعمیر ہوئی۔ اس کے کتبے کسی بلند پایہ خطّاط کی مہارت و کاوش کی گواہی دیتے ہیں۔ ماہر خطّاط نے دیدہ زیب خطِ کوفی و ثلث و ریحان میں خوب دادِ فن دی ہے۔ عہد علائی کے کتبے بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن دیگر علوم و فنون کی طرح فنِ خطّاطی کو بھی عروج و کمال عہد مغلیہ میں حاصل ہوا۔ بابر (م ۹۳۷ھ) خود بھی خطّاط تھا۔ اس کا سلسلہ تلمذ میر علی تبریزی سے ملتا ہے۔ وہ ایک خط کا موجد بھی تھا جو خطِ بابری کے نام سے مشہور ہے۔ بابر کے عہد میں مولانا شہاب الدین ہروی (م ۹۴۲ھ) مشہور عالم و شاعر و خطّاط تھے۔ اُن کے لکھے ہوئے بعض کتبے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء میں اب تک موجود ہیں۔ ہمایوں کے زمانے (۹۳۷ تا ۹۶۳ھ) میں بھی مولانا شہاب موجود تھے۔ ایک اور خطّاط سلطان علی بھی عہد ہمایونی میں مشہور تھے۔ عہدِ اکبری (۹۶۳ تا ۱۰۱۴ھ) میں خطّاطی کو بہت فروغ ہوا۔ اس عہد کے نامور خطّاط جن کو اکبر نے جاگیر منصب اور خطابات سے سرفراز کیا اور دفتر انشاء میں مختلف عہدوں پر تقرر کرکے اُن کی حوصلہ افزائی کی حسب ذیل ہیں:

محمّد اصغر ہفت قلم (م ۹۷۳ھ) خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، علامہ میر فتح اللہ شیرازی (م ۹۹۰ھ) محمّد حسین کشمیری زرّیں قلم، مظفر علی، خنجر بیگ چغتائی، راجہ توڈرمل، میرزا عبدالرحیم خانخاناں، میرزا عزیز کوکلتاش، رائے منوہر، ملا عبدالقادر اخوند، محمّد یوسف کابلی، خواجہ ابراہیم حسین، عبدالرحیم عنبریں قلم، میر معصوم قندھاری بانی مسجد منزل گاہ سکھر، حسین بن احمد چشتی، پنڈت جگن ناتھ، ملّا علی احمد مُہر کن۔

عہدِ جہانگیری (۱۰۱۴ تا ۱۰۳۶ھ) کے نامور خطّاط یہ ہیں:

میر خلیل اللہ شاہ، میر عبداللہ تبریزی مشکیں قلم (م ۱۰۳۵ھ) خواجہ محمّد شریف، میرزا محمّد حسین موجد خط شکستہ (م ۱۰۲۶ھ) شاہزادہ خسرو بن جہانگیر بادشاہ، شاہزادہ پرویز بن جہانگیر، محمود بن اسحاق شہابی الہروی، احمد علی راشد۔

شاہجہانی دور (۱۰۳۶ تا ۱۰۶۷ھ) میں خطّاطی کو بہت فروغ ہوا۔ تاج محل آگرہ فن خطّاطی کا زندہَ جاوید مُرقع ہے۔ اس کے درودیوار پر جن بلند پایہ خطّاطوں نے اپنے فنّی کمالات کا مظاہرہ کیا ہے اُن میں عبدالحق شیرازی عرف امانت خاں کا نام سرفہرست

ہے۔ آقا عبدالرشید دیلمی بھی اسی زمانے میں ایران سے ہندوستان تشریف لائے۔ انھوں نے پہلے لاہور میں قیام کیا پھر آگرہ چلے گئے۔ شاہجہان نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ داراشکوہ کا استاد مقرر کیا۔ ۱۰۸۱ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

سلطان اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۹ھ) خود بھی ایک بلند پایہ خطّاط تھے۔ انھوں نے زمانۂ شاہزادگی میں ایک قرآن پاک تحریر کیا جسے مطلاّ و مذہّب کرا کر مسجد نبوی کے لئے ارسال کیا۔ تخت نشینی کے بعد ایک مصحف پاک لکھا۔ اُسے بھی مطلاّ و منقّش کرا کر کعبۃ اللہ کی نذر کیا۔ عہدِ عالمگیری میں ہدایت اللہ زرّیں رقم، سیّد علی جواہر رقم، میر محمّد باقر، میرزا محمّد جعفر کفایت خاں وغیرہ بلند پایہ خوشنویس تھے۔ اکثر مغل شہزادے اور شہزادیاں بھی خوشنویسی سے لگاؤ رکھتے تھے۔

سلطان عالمگیر کے بعد محمّد معظم بہادر شاہ (۱۱۱۹ تا ۱۱۲۴ھ) اور معزالدین جہاندار شاہ نے چھ سال حکومت کی۔ اُن کے بعد فرخ سیر تخت نشین ہُوئے۔ اس عہد میں بھی وہی خطّاط تھے جو عہدِ عالمگیری میں تھے۔

محمّد شاہ رنگیلے کے دَور (۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ) میں محمّد افضل لاہوری قادری خطِ نستعلیق کے سب سے بڑے خطّاط تھے۔ لوگ انھیں آقا عبدالرشید دیلمی کے بعد ''آقائے ثانی'' کہتے تھے۔ محمّد حفیظ خان بھی ان کے بلند پایہ معاصر خطّاط تھے۔ محمّد مقیم، میر محمّد موسیٰ سرہندی، نواب مُرید خاں، مولوی حیات علی وغیرہ بھی اس عہد کے نامور خطّاط تھے۔

شاہ عالم کے زمانے میں قاضی عصمت اللہ خاں قرآن پاک کے بے مثل خطّاط تھے۔ اُن کے شاگردوں میں میر گدائی، حافظ اُبوالحسن، میر کرم علی، حافظ مسعود اور عنایت اللہ مبروص، فیض اللہ خاں، جیسے عظیم خوشنویس تھے۔ اُردو کے مشہور شاعر میر سوز بھی اس دَور کے بہترین خطّاط تھے۔ حافظ نور اللہ اور قاضی نعمت اللہ لاہوری بھی اسی عہد کے استاد الخطّاطین تھے جن سے لکھنؤ میں خطّاطی کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہوا۔

اکبر شاہ ثانی کے عہد (۱۲۲۱ھ تا ۱۲۵۲ھ) میں مولائیٔ صاحب میر محمّد حسین، حافظ ابراہیم، غلام علی خاں، حافظ لقاء اللہ دہلوی، میر ابوالحسن المشہور بہ میر کلن، میر زین العابدین، میر مہدی، شاہ وارث علی، خواجہ غلام نقشبند خاں مشہور خطّاط تھے۔ مولانا غلام محمّد ہفت قلمی دہلوی مؤلف ''تذکرۂ خوشنویساں'' بھی اسی زمانے میں گزرے ہیں۔

اعزالدین عالمگیر ثانی کے عہد میں عمادالملک غازی الدین خان، فیروز جنگ خطّاطِ ہفت قلم تھے۔

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر خطِ نسخ کے خطّاط تھے۔ اُن کے شاگردوں میں بلند پایہ خوشنویس تھے جن میں حافظ امیر الدین اور مولانا ممتاز علی نزہت رقم شہرہ آفاق ہوئے۔

اسی دَور میں خطِ نستعلیق کے جلیل القدر خوشنویس سیّد محمّد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش (م ۱۸۵۷ء) بھی تھے جن کے تلامذہ میں آغا میرزا دہلوی اور عباداللہ بیگ جیسے بلند پایہ خوشنویس تھے۔ بدرالدین علی خاں مُرصع رقم جو مہر کنی میں بے نظیر تھے، اسی زمانے میں گزرے ہیں۔

لاہور میں فنِ خطاطی کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز مشہور خطاط امام وَیردی (م ۱۸۸۰ء) سے ہوتا ہے۔ وہ خطِ نستعلیق کے امام اور اپنے عہد کے بے مثل خوشنویس تھے۔ اُن کی خطاطی کے نمونے متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ اُن کی مکتوبہ گلستان سعدی نیشنل میوزیم کراچی کی زینت ہے۔ شیخ الاسلام عبداللہ ہروی ؒ کا ایک رسالہ اُن کا لکھا ہوا شاہی قلعہ کے نوادرات میں شامل ہے۔ لاہور میں سُوتر منڈی کی ایک مسجد میں اُن کے کتبے ایک عرصہ تک خوشنویسانِ لاہور کی مشق و اصلاح کا نمونہ و مرجع بنے رہے۔ اُن کے معاصرین میں مولوی سید احمد ایمن آبادی اور احمد علی کشمیری مشہور خوشنویس تھے۔ مولوی صاحب کا حلقۂ تلامذہ وسعت کے اعتبار سے مرزا امام ویردی کے حلقے سے کم نہ تھا۔ ان کے شاگردوں میں منشی عبدالغنی شیریں قلم اور مولوی محمد عبداللہ وارثی جیسے خطاط شامل ہیں۔ اُن کے فرزند خلیفہ نور احمد بھی بلند پایہ خوش نویس تھے۔

امام ویردی کے بعد خطِ نستعلیق کے مشہور ماہر و مصلح عبدالمجید پرویں رقم (م ۱۹۴۶ء) نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ انھوں نے ابتداء میں امام ویردی اور مولوی سید احمد ایمن آبادی کی تقلید اختیار کی۔ بعد میں اپنی خداداد استعداد و صلاحیت اور شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے حروفِ ابجد کی ساخت اور الفاظ کے پیوندوں کی پرداخت میں انھوں نے نہایت حسین اور دل کش ترامیم کیں۔ اُن کی روشِ خط اور طرزِ نگارش کو قبولِ عام حاصل ہوا۔ کلامِ اقبال کی کتابت نے اُن کی شہرت کو چار چاند لگائے۔ پرویں رقم کے معاصرین میں حاجی دین محمد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اسی دور میں منشی تاج الدین زریں رقم اور منشی محمد صدیق الماس رقم نے بھی نستعلیق نگاری میں بڑا نام پیدا کیا۔

امام ویردی اور مولوی سید احمد ایمن آبادی چونکہ خطِ نستعلیق ہی کے ماہر خطاط تھے اس لئے اُن کے تلامذہ میں بھی یہی رُجحان قائم رہا اور انھوں نے صرف خطِ نستعلیق میں ہی فنی کمالات حاصل کیے۔ انہی اثرات کے تحت پرویں رقم، زریں رقم اور الماس رقم کی تمام تر توجہ بھی اسی خط کی جانب رہی لیکن خطاطوں کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جنھوں نے قرآن نویسی کا پاکیزہ شغل اختیار کیا۔ اِس میں مولانا محمد قاسم لدھیانوی اور مولانا محمد عبداللہ وارثی نے زیادہ شہرت پائی۔ مولانا محمد قاسم لدھیانوی خطِ نسخ میں مولانا ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیر الدین دہلوی کے شاگرد تھے۔ خطِ نستعلیق اُنھوں نے مولوی سید احمد ایمن آبادی سے سیکھا تھا۔ اُن کے صاحبزادے محمد شفیع اور محمد شریف بھی بہترین خطاط تھے۔ مولانا محمد عبداللہ وارثی خطِ نسخ میں اپنے والد حافظ فضل الٰہی صاحب کے اور خطِ نستعلیق میں مولوی سید احمد ایمن آبادی کے شاگرد تھے۔ اُن کے تلامذہ میں اُن کے فرزند مولانا محمد عنایت اللہ اور پیر عبدالحمید صاحب مشہور ہیں۔ اسی زمانے میں مولانا غلام رسول عادل گڑھی، مولانا امام الدین کیلانی، مولوی محمد الدین جنڈیالوی اور حکیم سید محمد عالم گھوڑیالوی بھی قرآنی خط کے ماہرین میں سے تھے۔

مولانا غلام رسول عادل گڑھی کے پوتے مولوی عبدالرشید محبوب رقم اور مولوی محمد حسین مبارک رقم قرآن پاک کے اعلیٰ خطاط تھے۔ مولانا امام الدین کیلانی کے خاندان میں آج بھی قرآن نویسی کا شغل جاری ہے۔ مولوی عبدالغفار اور عبدالرحمن ان کی یادگار ہیں۔ مولانا محمد الدین جنڈیالوی کی صاحبزادی فاطمۃ الکبریٰ اور فرزند محمد یوسف دہلوی برصغیر کے بلند پایہ خطاط ہیں۔ فاطمۃ الکبریٰ نے کئی

Marfat.com

ایک قرآن پاک لکھ کر شہرت حاصل کی۔ یوسف دہلوی خطاطان دہلی کے اُستاد مانے جاتے ہیں۔ ان دنوں کراچی میں ہیں۔ اُن کے تلامذہ میں عبدالمجید دہلوی اور شفاعت احمد صاحبِ فن خوشنویس ہیں۔

حکیم سیّد محمّد عالم گھوڑیالوی کا فیضانِ خطاطی بھی جاری وساری ہے۔ اُن کے تلامذہ میں حکیم سیّد نیک عالم شاہ اور سیّد محمّد اشرف علی سیّد القلم، قرآن نویسی میں مشہور ہیں۔ الماس رقم بھی اُن کے شاگرد تھے لیکن انھوں نے صرف خطِ نستعلیق ہی سیکھا اور اُسی میں کمال حاصل کیا۔

اس وقت خطاطی کے میدان میں خوشنویسوں کی ایک کثیر تعداد سرگرمِ عمل ہے۔ جن میں پرویں رقم، زرّیں رقم اور الماس رقم کے علاوہ دیگر اساتذۂ فن کے تلامذہ بھی موجود ہیں۔ پرویں رقم کے شاگردوں میں اقبال ابن پرویں رقم، منشی خوشی محمّد ناصر قادری، محمود اللہ صدیقی، حافظ محمّد اعظم، حاجی محمّد اعظم، احمد حسین سہیل رقم اور فضل الٰہی مرحوم خطِ نستعلیق کے مشہور خوشنویس ہیں۔ زرّیں رقم مرحوم کے تلامذہ میں خطّاط ہفت قلم، حافظ محمّد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید عالم صاحب مخمور سدیدی جیسے ماہر فن شامل ہیں۔

الماس رقم کے تلامذہ میں اُن کے صاحبزادے محمود احمد اور خواہر زادے جمیل احمد تنویر رقم، محمّد صدیق، خواجہ محمّد شفیع اور محمّد اقبال عباسی وغیرہ معروف خطّاط ہیں۔ معاصر خطّاطوں میں گوجرانوالہ کے محمّد حسین صاحب بھی نسخ و نستعلیق کے اچھے خطّاط ہیں۔ ملک علی محمّد صاحب، بابا عبدالقدّوس اور محمّد دین کلیمی بھی نستعلیق کے ماہر خوشنویس ہیں۔ حافظ محمّد اعظم صاحب نے پچھلے چند برس سے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا ہے، پہلے اخبار میں ملازم تھے۔ خطِ نستعلیق انھوں نے پرویں رقم سے سیکھا۔ خطِ نسخ میں سیّد محمّد اشرف علی سیّد القلم (والد ماجد راقم سطور) سے استفادہ کیا ہے۔

سرزمین پنجاب میں لاہور کے علاوہ سیالکوٹ اور گوجرانوالہ کے اضلاع بھی خطاطی کے مرکز چلے آرہے ہیں۔ اب راولپنڈی، لائل پور، سرگودھا، ملتان اور بہاولپور میں بھی خطّاطوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔

دورِ حاضر میں فنِ خطاطی اپنی پوری جولانیوں کے ساتھ ترقی پذیر ہے۔ زمانۂ ماضی قریب میں خطّاطوں کی رغبت و توجہ صرف نسخ و نستعلیق پر مرکوز رہی ہے لیکن بحمد اللہ اس وقت بعض اساتذۂ فن ایسے بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ خطوطِ اسلامی پر عبور رکھتے ہیں۔ ان کے تلامذہ اور متبعین میں خطِ کوفی، ثلث، دیوانی، رقاع اور طغرا کی طرف رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔

ماہرِ فن اساتذہ کے تلامذہ و متبعین کی ایک کثیر تعداد اس وقت ذاتی اداروں، اخباروں، رسالوں اور دیگر سرکاری و نیم سرکاری شعبوں میں کام کر رہی ہے۔

(بشکریہ کتابچہ ''نمائش خطاطی'' زیر اہتمام پنجاب آرٹ کونسل، لاہور، ۱۹۷۶ء)

Marfat.com

دبستانِ خطاطی

خطِ نستعلیق بابر کے ساتھ برِ صغیر پاک وہند میں وارد ہوا۔ شاہجہانی دور میں آقا عبد الرشید دیلمی کی روشِ خط کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اُن کی ذات سے برِ صغیر میں تین دبستانِ خطاطی قائم ہوئے، (۱) لاہور (۲) دہلی (۳) لکھنؤ
ایک عرصہ تک یہ تینوں دبستان ایک ہی روش پر چلتے رہے جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ہر دبستانِ خطّاطی کی روش جُدا ہوتی گئی۔ آج یہ صُورت ہے کہ لکھنوی نستعلیق دہلوی سے قدرے مختلف ہے اور دہلوی نستعلیق لاہوی سے جداگانہ۔
زمانہء حال کے لکھنوی خوشنویسوں میں منشی شمس الدین اعجاز رقم کا طرز خط پسندیدہ ہے۔ لکھنوی خط میں اُصول و قواعد کا خیال بہت رکھتے ہیں۔ خصوصاً خفی نستعلیق بہت صاف' پُختہ' اور دل کش ہوتا ہے۔ نوک پلک غضب کی ہوتی ہے۔
دہلوی خوشنویسوں کے امام منشی محمد یوسف موجُود ہیں۔ نستعلیق میں ان کی اپنی ہی ایک خاص روش ہے جس میں اُن کے گھیرے دار حروف اُوپر سے کھڑے کھڑے عجب بہار دکھاتے ہیں۔ انہوں نے حُروف کے قدیم پیمانوں میں لچک پیدا کردی ہے۔ نستعلیق میں تو اُنہوں نے خط ثلث کی بعض خُوبیوں کو شامل کیا ہے لمبے لمبے الف' دراز مدّیں' کشادہ بَیضوی دائرے' حُروف ایک دُوسرے سے نکلتے ہُوئے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ دہلی میں یہ طرز بہت مقبول ہُوا۔ یوسف صاحب کی روش کو اُن کے شاگرد مجید صاحب نے خوب اپنایا ہے۔
لاہوری نستعلیق میں امام وَیردی (م ۱۸۸۰ء) نے گذشتہ صدی میں ایک انقلاب پیدا کی۔ خطِ جلی میں اُن کا طرز منفرد تھا، اُن کے طرز کو عبد المجید پروین رقم نے اپنایا۔ پھر پروین رقم نے اپنے جِدّت پسند ذہن اور شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے اصول و قواعد کا لحاظ رکھتے ہُوئے حروف کی ساخت اور پیوندوں میں دل کش ترمیمیں کیں۔ اُن کی روشِ خط امام وَیردی کے طرز سے زیادہ مقبول ہُوئی۔ آج لاہور کے بیشتر خوشنویس اُنھیں کے انداز میں لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کا اُسلوبِ خط پروینِ رقم مرحوم سے قدرے جُداگانہ ہے اور وُہ مزید بانکپن پیدا کررہے ہیں۔ لاہوری خط میں ایک خاص بے ساختگی گُداز' لوچ اور روانی ہے۔ حُروف اُجلے اُجلے' نِکھرے نِکھرے اور خوب اُجاگر ہوتے ہیں۔ اس وقت پاکستان کے اکثر شہروں میں لاہوری خط کی چھاپ نمایاں ہے۔
قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں ایک نیا دبستانِ خطّاطی قائم ہوچکا ہے تقسیمِ برصغیر کے باعث جو اساتذہ فن اُدھر سے اِدھر آئے ہیں انہوں نے کئی قلموں کا اثر قبول کرتے ہُوئے اپنے فن میں نئی لوچ لچک پیدا کی ہے۔

Marfat.com

ہندوستان سے آنے والے بیشتر خوشنویسوں کا اجتماع کراچی میں ہُوا ہے۔ یہاں تک کہ مقامی خوشنویس بھی مختلف شہروں سے کھنچ کھنچ کر وہاں جمع ہوگئے ہیں۔ اُن کے فنون آپس میں گھُل مِل رہے ہیں۔

منشی محمد یُوسُف بھی دہلی سے آکر کراچی ہی میں مقیم ہُوئے ہیں اُن کے شاگردوں کا ایک حلقہ وہاں دادِ فن دے رہا ہے۔

دہلی کی طرح یہاں بھی اُن کی روشِ خط مقبول ہے۔

کراچی کے بیشتر اخبارات اور کتابیں دہلوی نستعلیق میں لکھے جارہے ہیں۔

بعض اخبارات اور رسائل پر لاہوری نستعلیق کی چھاپ ہے۔

خطِ نسخ میں بھی یہ تینوں دبستان ایک دُوسرے سے مختلف ہیں دہلوی خطِ نسخ کا بہترین نمونہ منشی ممتاز علی نزہت رقم اور حافظ امیر الدین کے لکھے ہوئے قرآن پاک ہیں۔

لکھنوی نسخ کے نمائندے منشی حامد علی مرصّع رقم اور منشی اشرف علی ہیں

لاہوری نسخ کا نمونہ مولوی محمد قاسم سُلطان القلم اور مولانا عبد اللہ وارثی ہیں۔

دبستانِ لاہور میں آج کل خطِ نسخ و نستعلیق کے علاوہ دیگر خطوط کوفی' ثلث' طُغرا' دیوانی' رُقعہ وغیرہ کی طرف بھی رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اس سلسلے میں حافظ محمد یُوسُف سدیدی اور سیّد انور حسین نفیس رقم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اُنھوں نے مقامی طرزوں سے ہٹ کر حجازی' مصری' عراقی اور تُرکی خطّاطوں کی تحریروں سے استفادہ کیا ہے۔ اور جُملہ اقسامِ خط کو عام کردیا ہے۔

لاہور کی طرح کراچی میں بھی اب خط کی مختلف قسمیں رواج پارہی ہیں۔

Marfat.com

خط کوفی کی خصوصیات

خطِ کوفی نہایت خوبصورت خط ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مُبارک میں جو طرز تحریر رائج تھا خطِ کوفی اُسی کی ذرا اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ابتدائی زمانے میں لوگ قرآن پاک کی کتابت اور عام مراسلت اسی خط میں کرتے تھے۔ تین صدیوں تک قرآن پاک کی کتابت اسی خط میں معمول رہی۔ مساجد اور عمارات کے کتبوں کے لیے بھی یہی خط استعمال کیا جاتا تھا۔ قرآن پاک کی خطاطی کے لیے خطِ نسخ اور خطِ ثلث کے رائج ہوجانے کے بعد بھی ایک عرصہ تک سُورتوں کے عنوانات خطِ کوفی سے مُزیّن کیے جاتے رہے۔ برصغیر پاکستان وہند کی قدیم مساجد اور عمارات کے کتبے توآج بھی اہل ذوق کی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں ہمارے دَور میں توخطِ کوفی نے اپنا میدان اور وسیع کرلیا ہے۔ عرب ملکوں کی مطبوعہ کتابوں کے سرورق اور رسائل واخبارات کی سُرخیاں اور پیشانیاں اس خط سے مزین ہو کر اہلِ نظر سے خراجِ تحسین لے رہی ہَیں۔

پاکستان میں بھی اب یہ خط مقبولِ عام رایج ہے۔ مسجدوں، مقبروں کے علاوہ اخباروں اور رسالوں میں بھی اس کے آرائشی نمونے نظر آرہے ہیں۔

خطِ کوفی کا تعلق زیادہ ترآرٹ اور ڈرائنگ سے ہے اور یہ اس کی سب سے بڑی خصوصیّت ہے۔ جو طالب علم جتنا اچھا آرٹسٹ ہوگا اتنا ہی اس میں حسن وجمال پیدا کرلے گا۔ اس میں نقاشی اور گلکاری کا ہُنر بھی کام آتا ہے خطِ کوفی کے اصُول لچکدار ہیں۔ حسبِ پسند الف کا طول، ب کا عرض اورج کی گولائی بناسکتے ہیں۔ لیکن حروف کی جو شکلیں قدیم سے رائج چلی آرہی ہیں ان کی مناسبت اور مشابہت قائم رکھنا لازم ہے۔

خطِ کوفی کوآسانی سے لکھنے کے لیے گراف پیپر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس خط میں سیدھی لکیریں، قوسیں اور گولائیاں بھی ہوتی ہَیں۔

طالبات کے لیے خطِ کوفی بے حد مفید ہے۔ وُہ دوسُوتی کے کپڑے پر خطِ کوفی میں لکھے ہوءے حسین جمیل الفاظ کی کڑھائی کرسکتی ہَیں۔

گراف پیپر پر مطلوبہ چیز لکھ کر کپڑے پر خاکہ اُتارلیں۔ پھر کشیدہ کاری ہُنر سے اس میں مختلف رنگوں کے دھاگے استعمال کرکے باغ وبہار بنائیں۔ خطِ کوفی ایک آرائشی خط ہے اور اس میں اَیسے محاسن موجود ہیں جن سے کشیدہ کاری کے فن کو چار چاند لگ جائیں گے۔

Marfat.com

خطِ نسخ کی خصوصیات

ابنِ مُقلہ (م ۳۲۸ھ) کو خطِ نسخ کا مُوجد قرار دیا جاتا ہے ابنِ مقلہ نے جب یہ خط ایجاد کیا تو اُس کا نام خطِ بدیع رکھا تھا۔ جلد ہی یہ خط اپنے حسن وجمال اور دیگر خصُوصیات کی وجہ سے کتابتِ قرآنِ مجید کے لیے مقبولِ عام ہوگیا ہے۔ چونکہ بالعموم ایک مُصحف دُوسرے مصحف سے نقل کیا جاتا ہے۔ اس لیے خطِ بدیع کا نام خطِ نسخ مشہور ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ خطِ نسخ اپنے پہلے کے تمام خطوں کا ناسخ ہے یعنی اس کے وجود میں آنے سے تمام اگلے خط منسوخ ہوگئے اس لیے اس کا نام خطِ نسخ مشہور ہوا۔

خطِ نسخ کو خطوطِ اسلامی میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ گذشتہ ایک ہزار سال سے قرآن مجید اس خط میں لکھے جارہے ہیں۔ کیونکہ یہ پڑھنے میں سب خطوں سے زیادہ آسان اور صاف ہے۔ خطِ نسخ کو عالمِ اسلام کے کامل ترین خط کا درجہ حاصل ہے اور صرف یہی وُہ رسم الخط ہے جو مشرق ومغرب میں ہر جگہ یکساں طور پر متعارف ہے۔ اس خط کی ایک بُنیادی خوبی یہ ہے کہ اس کے الفاظ کا پھیلاؤ عرض میں ہے۔ حروف پر اعراب اور نقاط اپنے صحیح مقام پر ڈالے جاسکتے ہیں۔ اس کے قرآنی رسم الخط ہونے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے۔ خطِ نستعلیق کے وجود میں آنے سے پیشتر عرب و عجم میں اسلامی لٹریچر اسی خط میں لکھا جاتا تھا۔ پاکستان کی بعض علاقائی زبانیں سندھی، بلوچی اور پشتو آج بھی خطِ نسخ میں لکھی جاتی ہیں۔ محکمہ تعلیم نے اردو کا رسم الخط چند سال سے نسخ میں تبدیل کردیا ہے۔ چنانچہ اب نصاب تعلیم خطِ نسخ میں شائع ہوتا ہے۔

موجودہ زمانے می ٹائپ کی ایجاد نے خطِ نسخ کی عظمت کو دوبالا کردیا ہے۔ خطوطِ اسلامی میں صرف یہی ایک خط ہے جو ٹائپ کے معیار پر پُورا اُترتا ہے۔ کیونکہ اس کے حروف میں وُہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو ٹائپ کے لیے ضروری ہیں اب تک خطِ نسخ میں بیسیوں قسم کے خوبصورت ٹائپ ڈھالے جاچکے ہیں اور اس سے کہیں زیادہ نمونوں میں ڈھلنے کی صلاحیت اِس خط میں موجود ہے۔

خطِ نستعلیق کی خصوصیات

امیر تیمور کے زمانے میں (۱۷۷ ۸۰۱ھ) میں میر علی تبریزی نے خطِ نسخ اور تعلیق کو ملا کر خطِ نستعلیق ایجاد کیا۔ اہلِ ایران اسے عروسِ خطوطِ اسلامی قرار دیتے ہیں۔ فارسی زبان کے لیے اس خط کا حُسن وجمال اپنی مثال آپ ہے۔ امیر تیمور کے زمانے ہی میں اس خط کا شہرہ دُور دُور پہنچ گیا تھا، یہ خط ترکی' ایران' افغانستان اور ہندوپاکستان میں پھیل گیا۔

برصغیر ہندوپاکستان میں مغلوں کی آمد سے قبل قرآن مجید کے علاوہ دیگر کتابیں بھی عام طور پر خط نسخ میں لکھی جاتی تھیں۔ کتبے خط نسخ کے علاوہ دیگر خطوں میں بھی لکھے جاتے تھے۔ خطِ نستعلیق بابر بادشاہ کے ساتھ برصغیر میں وارد ہُوا۔ لکھنے پڑھنے میں صاف اور واضح ہونے کی وجہ سے آتے ہی مقبول ہوگیا۔ اس کے علاوہ اِس کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ کم سے کم جگہ میں جلی سے جلی لکھا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے کتبوں اور کتابوں کے لیے یہ خط بہت موزوں ثابت ہُوا۔ مغلیہ عہد کے بعض عربی زبان کے کتبے بھی خطِ نستعلیق میں لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

فارسی زبان کے کتبے اور کتابیں جو پہلے خط نسخ میں لکھی جاتی تھیں بابر کے زمانے ہی سے خطِ نستعلیق میں لکھی جانے لگیں۔ خطِ نسخ میں لکھی ہوئی کتابیں جب خط نستعلیق میں نقل کی گئیں تو ان کی ضخامت خاصی کم ہو کر رہ گئی۔ لکھنے میں وقت بھی نسبتاً کم لگا تو اہلِ علم نے اسے بے حد پسند کیا۔

قرآن پاک کی تفسیروں اور احادیث نبوی کی شرحوں کے لیے خاص طور پر یہ انداز اختیار کیا گیا کہ آیتیں اور حدیثیں تو خطِ نسخ میں اور ان کی شرح خطِ نستعلیق میں تحریر کی جانے لگی۔

اس طرح متن وشرح میں صُوری امتیاز بھی پیدا ہوگیا۔ اور بڑی بڑی ضخیم اور وزنی جلدیں سمٹ کر ہلکی پھلکی خوبصورت کتابوں میں تبدیل ہوگئیں۔ نتیجتاً لاگت بھی کم آنے لگی۔ گویا کم خرچ بالانشین کا مصداق ہوگئیں۔

خط نسخ اور خط نستعلیق کے حروف آپس میں مشابہ ہیں لیکن الفاظ کے پیوندوں میں فرق ہے۔ خطِ نسخ کا پھیلاؤ عرض میں نسبتاً بہت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وُہ نستعلیق کے مقابلے میں جگہ اور وقت زیادہ لیتا ہے۔

جب اردو زبان پروان چڑھی اور فارسی کے دوش بدوش کھڑی ہُوئی تو انہی خصوصیات کی بناء پر اس کے لیے بھی خط نستعلیق ہی اختیار کیا گیا۔ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام اور نثر کی کتابیں نہایت دلکش انداز میں لکھی گئیں۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت

Marfat.com

ہے کہ فارسی و اُردُو شاعری اور خطِ نستعلیق لازم وملزوم ہیں۔ آج صدیاں گزرنے کے بعد بھی خطِ نستعلیق کی مقبولیت روز افزوں ہے۔

پاکستان کے تمام اُردُو اخبارات خطِ نستعلیق میں لکھے جاتے ہیں۔ چند سال پیشتر تک چھپائی کے لیے لیتھو سسٹم چلا آرہا تھا جو سُست بنیاد ہونے کی وجہ سے زمانے کی رفتار کا ساتھ دینے کے ناقابل تھا۔ آج کل ونڈائک سسٹم رائج ہے جو موجُودہ زمانے میں سب سے خوبصورت اور تیز رفتار طریقہ طباعت ہونے کے علاوہ کم خرچ بھی ہے۔

اخباری خطاطی کے محاسن میں روز افزوں اضافہ ہورہا ہے۔ خوبصورت سُرخیاں مختلف رنگوں میں چھپ رہی ہیں۔ خبریں باریک سے باریک تر لکھی جارہی ہیں۔ ایک کالم میں اتنا مضمون سما جاتا ہے کہ کسی دوسرے خط میں ہو تو ڈیڑھ دو کالم میں آئے۔

خطِ نستعلیق پاکستانی خطاطوں کو بے خط مرغوب ہے اور وہ شب ُروز اس کی نوک پلک سنوارنے میں مشغول رہتے ہیں۔

Marfat.com

ابنِ مقلہ

شہرہء آفاق خطاط ابو علی محمّد بن علی بن حسین بن مقلہ بیضاوی جو عام طور پر ابنِ مقلہ کے نام سے مشہور ہیں، ۲۱ شوال ۲۷۲ھ کو بغداد میں پیدا ہُوئے۔ وہیں پرورش پائی اور فقہ، تفسیر اور تجوید کے علوم حاصل کیے۔ ادبیات، شاعری اور انشاء پردازی میں بھی انہوں نے کمال پیدا کیا۔ خطاطی کی تعلیم انہوں نے اَلاَحْوَلُ المُحَرَّر جیسے امامِ فن سے حاصل کی۔

ابن مقلہ کے علوم وفنون کے شہرت خلیفہ المقتدر باللہ کے کانوں تک پہنچی تو بُلا کر شیراز کا گورنر بنادیا۔ وہاں انہوں نے اپنے حُسنِ تدبّر سے خاص و عام کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ نے اُمُورِ خلافت میں مشاورت کے لیے اس جوہرِ قابل کو اپنے پاس بغداد بُلالیا۔ لیکن یہاں اُنہیں بہت سے ناگوار حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ حاسدین کی درباری سیاست نے انہیں جیل پہنچادیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے ۳۱۰ھ میں خطِ کوفی سے چھ نئے اَقسامِ خط ثلث، نسخ، توقیع، رِقاع، مُحقق اور رَیحان ایجاد کرکے فنِ خطاطی میں ایک انقلاب پیدا کردیا کچھ حالات بدلے تو ابن مقلہ رہا ہوئے اور حاسدوں کی محلاتی سازشوں کے باوجود ۳۱۶ھ میں وزیر اعظم بن گئے۔ زمانہء وزارت میں انہوں نے اپنے ایجاد کردہ خطوں کو خوب رائج کیا۔ ایک کثیر جماعت اپنے شاگردوں کی بھی تیار کردی۔ وزیر بنے ابھی دو برس گزرے تھے کہ ابن مقلہ برخاست کردیے گئے۔ چنانچہ وہ ایران چلے گئے۔

۳۲۰ھ میں خلیفہ مقتدر باللہ قتل کردیے گئے۔ اُن کے بعد القاہر باللہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ اُنہوں نے ابنِ مُقلہ کو ایران سے بُلا کر وزارت عظمیٰ پر بحال کرادیا۔ لیکن کچھ وقت نہیں گزرا تھا کہ القاہر باللہ کے خلاف بغاوت ہوئی اور تخت سے اُتار دیے گئے۔

القاہر باللہ کے بعد الراضی باللہ تخت نشین ہُوئے۔ یہ ابن مُقلہ کے مرتبہ شناس اور نہایت قدر دان تھے۔ انہوں نے ابن مُقلہ کو تلاش کرا کر پھر وزارت عظمیٰ کا عہدہ عطا کردیا اس مرتبہ ابن مقلہ کا ستارا خوب چمکا۔ بد قسمتی سے یہ زمانہ بھی زیادہ دیر نہ رہ سکا۔ درباری حاسدوں نے خلیفہ کو ابن مقلہ سے بدظن کردیا۔ آخر گرفتاری تک نوبت پہنچی اور کل جائیداد ضبط کرلی گئی۔ گردش حالات نے ابن مقلہ کو نادار و محتاج کردیا۔ انہوں نے گوشہ نشینی اختیار کرلی اور سارا وقت کتابتِ کلام پاک میں مشغول رہنے لگے۔ لیکن

اے روشنیء طبع تو برمن بلاشُدی

مصائب کا دَور ابھی ختم ہونے والا نہیں تھا۔ بغداد کا امیر الامراء ابن رائق نے پُرانے ذاتی عناد کی بنا پر ابن مقلہ کا دایاں ہاتھ قلم کرادیا اور انہیں جیل بھجوادیا۔

جیل میں ابن مُقلہ نے کٹے ہوئے ہاتھ پر قلم باندھ کر لکھنا شروع کردیا اور بائیں ہاتھ سے بھی لکھنے کی مشق کرنے لگے۔ مختصر عرصہ میں ہی انہوں نے اپنے فن میں پہلی سی شان پیدا کرلی اور دونوں ہاتھوں سے یکساں لکھنے لگے۔ جب ان کے دشمنوں کو معلوم ہُوا تو ان کے قتل ہی کے منصوبے سوچنے لگے۔ ابنِ رائق اور دوسرے مخالفین نے خلیفہ الرضی باللہ کو ان کے خلاف بھڑکایا۔ بالآخر ۱۰ شوال ۳۲۸ھ کو ابنِ مقلہ شہید کردیے گئے۔ انہوں نے چھپن سال کی عمر پائی اور تین مکمل قرآن مجید یادگار چھوڑے۔

ابن مقلہ کا حُسنِ خط اور کمال فن ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ابو عبید بکری اُندلسی کہتے ہیں:

''اگر کوئی شخص ابنِ مقلہ کا خط دیکھے تو اُس کے تمام اعضاء خواہش کریں کہ ہم آنکھیں بن جائیں تاکہ اُس کا حسنِ خط دیکھ سکیں''

بیان کیا جاتا ہے کہ ابن مقلہ کا لکھا ہُوا ایک مصحف مکتبہ متحف ہرات میں اور ایک رضا لائبریری رامپور میں موجود ہے۔ لیکن پورے وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا یہ واقعی ابنِ مُقلہ کے لکھے ہُوئے ہیں۔

Marfat.com

ابنِ بوّاب

علی بن بلال نام۔ ابن بوّاب کے لقب سے مشہور ہیں۔ بغداد کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں قرآن پاک ختم کرنے کے بعد فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ اپنے وقت کے مشہور عُلماء اور صُلحا کی خدمت میں رہے۔ بہت دنوں تک جامع المنصور بغداد میں وعظ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

ابتدائی زندگی میں وُہ مکان کی دیواروں اور چھتوں پر رنگ کاری کیا کرتے تھے۔ پھر وُہ مخطوطات کو مُصوّر ومُذہّب کرنے لگے۔ یہاں سے انہوں نے خطّاطی کی خُوشنما وادی میں قدم رکھا۔ فنِ خطّاطی میں اُنہوں نے محمد بن اسد الکاتب البغدادی (م ۴۱۰ھ) اور اُنہیں کے دوست محمد السّمسانی (م ۴۱۵ھ) سے فیض حاصل کِیا۔ یہ دونوں خطّاط ابن مُقلہ (م ۳۲۸ھ) کے شاگرد تھے۔

ابن بواب نے اس فن میں وُہ مہارت پیدا کی کہ اگلے خوشنویسوں سے سبقت لے گئے۔

ابن بواب کچھ دنوں تک شیراز میں بہاء الدولہ کے کتابخانے کے ناظم بھی رہے۔ اسی کتابخانے میں انہیں ابنِ مُقلہ کے ہاتھ کے لکھے ہُوئے مصحف کے کچھ منتشر اجزاء ملے۔ بعد کو جستجو سے ۲۹ پارے تک تو مِل گئے مگر ایک پارہ نہ ملنے کیوجہ سے مصحف نامکمل رہا۔ آخر انہوں نے خود اسے مکمل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ چنانچہ کتابخانے سے بہت اعلیٰ قسم کا قدیم کاغذ اور لکھنے کا سامان لیا اور گم شدہ پارہ ابن مقلہ کے خط کے تتبع میں ایسا لکھا کہ کچھ عرصہ بعد جب اُس پر کہنگی کے آثار طاری ہوگئے تو بہاء الدولہ بھی شناخت نہ کرسکا کہ کون سے اجزاء ابن مُقلہ کے لکھے ہوئے ہیں اور کون سے ابن بوّاب کے۔

کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے قرآن پاک کے ۶۴ نسخے اپنے قلم سے لکھے تھے۔ ان نسخوں کا اب پتا نہیں چلتا۔ صرف ایک نسخہ معلوم ہوسکا ہے جو آئرلینڈ میں چسٹر بیٹی کے کتابخانے میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ ۳۹۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ (۱)

ابن بواب کے چند اور نمونہ ہائے خطی بھی بعض مشہور کتابخانوں میں موجود ہیں

ابن بوّاب ایک بہترین شاعر اور انشاء پرداز بھی تھے۔ فنِ کتابت پر ایک رسالہ اُن کی تصنیف بتایا جاتا ہے جسے انہوں نے بعض رءوسا کی خدمت میں ہدیتہً پیش کیا تھا۔ اُن کا لکھا ہُوا ایک قصیدہ بھی ملتا ہے۔ یہ قصیدہ رائیہ علمِ خط کے قواعد سے متعلق ہے۔

---

(۱) الحمدللہ اس خطی نسخہ کا عکس حضرت شاہ صاحب مدظلہم کے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے (م۔ع)

Marfat.com

ابن خلدون نے اس کی بہت تعریف کی ہے اور اپنی تاریخ کے مقدمے میں اُس کے ۲۳ شعر درج بھی کیے ہیں۔ بعض علماء نے اس قصیدے کے شرحیں بھی لکھی ہیں۔

ابن بوّاب اگرچہ جامع اَوصاف شخص تھے لیکن خطّاطی کی وجہ سے اُنہیں شہرتِ دوام حاصل ہوئی۔ انہوں نے عربی خط میں دلکش محاسن پیدا کیے اور ابنِ مُقلہ کے ایجاد کیے ہوئے خطوں خصوصاً خطِ نسخ کو درجۂ کمال تک پہنچادیا، اہلِ نظر ابنِ بواب کی تحریروں کی بڑقدرو منزلت کرتے تھے۔ معقول دام خرچ کرکے خریدتے اور بڑے شوق سے جمع کرتے تھے۔

اس فخرِ روزگار خطّاط نے القادر باللّٰہ کے عہدِ حکومت میں ۴۱۳ھ میں وفات پائی۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔ اُن کی وفات پر متعدد شعراء نے مرثیے لکھے جن میں شریف المرتضیٰ (م ۴۳۶ھ) کا مرثیہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

ابن بوّاب کے فنی کمالات اُن کے ایک شاگرد محمد بن عبد الملک کے ذریعے آگے منتقل ہُوئے۔

Marfat.com

یاقوت مستعصمی

عالم اسلام کے نامور خطاط جمال الدّین یاقوت۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ کے غلام اور کاتبِ خاص تھے۔ اسی نسبت سے یاقوت مستعصمی مشہور ہُوئے۔ اپنے کمالات کے باعث دربار خلافت میں اُن کی بڑی عزّت اور وقعت تھی۔ بچپن ہی سے اُن کی طبیعت تحصیلِ علم اور ہُنر خطاطی کی طرف بے حد راغب تھی۔ پہلے صفی الدین عبدالمؤمن ارموی سے اور پھر مورّخ ابن حبیب سے انہوں نے فنِ خطّاطی سیکھا۔ ''تاریخ الخط العربی'' میں لکھا ہے کہ یاقوت مستعصمی نے امین الدین یاقوت الملکی سے فن خطاطی سیکھا ہے۔ ابن ابواب کی تحریروں سے بھی انہوں نے استفادہ کیا۔ حتی کہ ابنِ ابواب کے فن کو اوجِ کمال پر پہنچادیا۔ اُنہیں تمام خطُوط پر قُدرت حاصل تھی۔ اُنہوں نے قرآن مجید کی خطّاطی میں دل کش جدّتیں اور نکتہ آفرینیاں کیں۔ خطِ نسخ وثلث کو انہوں نے ایک نیا رنگ عطا کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اُن کا فن اپنی مثال آپ ہے۔ اُن کا اسلوب خط ضرب المثل ہے اور آج تک اس کی تقلید جاری ہے۔

یاقوت مستعصمی بڑے زُود نویس تھے۔ کہتے ہیں کہ ہر مہینے میں دو قرآن مجید تحریر کرتے تھے۔ اُنہوں نے عمرِ دراز پائی۔ ۶۹۸ھ میں اس بے مثال خطّاط نے جہانِ فانی سے رحلت کی۔ بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پاس مدفون ہیں۔

یاقوت مستعصمی کے باکمال شاگردوں میں مشہور تر یہ ہیں۔

(۱) ارغورن بن عبد اللہ کاملی
(۲) مولانا یوسف مشہدی
(۳) مبارک شاہ زرّیں قلم
(۴) شیخ زادہ احمد سُہروردی
(۵) مولانا نصر اللہ طبیب صدر عراقی
(۶) میر حیدر جلی نویس

یہ سب فنِ خطاطی کے اُستاد اور ماہر گزرے ہیں۔

ان کے ذریعے یاقوت کا فیضان پورے عالم اسلام میں جاری وساری ہے۔

یاقوت مستعصمی خطّاط کے علاوہ ادیب' عالم' فاضل اور شاعر تھے اُن کے لکھے ہوئے قرآن مجید اور نمونہ ہائے خطی دنیا کی متعدد لائبریریوں میں موجود ہیں۔

Marfat.com

میر علی تبریزی موجد خط نستعلیق

میر علی تبریزی ایران کے مشہور شہر تبریز کے رہنے والے تھے۔ اُن کے والد ماجد کا نام میر حسن تھا۔ وُہ حافظِ قرآن اور بڑے عالم وفاضل شخص تھے۔ شاعر وانشاء پرداز بھی تھے۔ لیکن فنِ خطّاطی کا جوہر اُن کی ذات میں نمایاں تھا۔

انہیں تمام خطوط پر عبور حاصل تھا۔ میرزا سنگلاخ نے تذکرہ الخطاطین میں لکھا ہے کہ وُہ ہفت قلم خوشنویس تھے۔

میر علی تبریزی نے اپنی جدّتِ طبع سے خطِ نسخ اور تعلیق کو ملا کر ایک نیا خط ایجاد کیا جسے ابتدا میں ''خط نسخ تعلیق'' کہا جاتا تھا بعد میں آہستہ آہستہ اس کا نام ''خط نستعلیق'' مشہور ہو گیا جلد ہی یہ خط مقبول ہو کر عالمِ اسلام میں پھیل گیا۔ اہلِ ایران اسے عروسِ خطوطِ اسلامی کہتے ہیں۔

اہلِ عرب کو بھی اِس خط کے حسن وجمال کا اعتراف ہے، میر علی نے یہ خط اپنے فرزند میر عبداللہ کو سکھایا۔ اُن کے ذریعے اِس کی اشاعت عام ہوئی۔ وہ امیر تیمور اور اُس کے بیٹے شاہ رخ کے معاصر تھے۔ انہوں نے طویل عُمر پائی۔ بعض مؤرخین نے اُن کا سالِ وفات ۸۵۰ھ لکھا ہے۔

میر علی تبریزی کے نمونہ ہائے خطّی دُنیا کے مختلف کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

اسلامی خطّاطی اور اقسامِ خط

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اسماء سکھائے

''اسماء سے مختلف مفہوم مراد لئے گئے ہیں جن میں علوم، زبانیں اور ان کی تحریریں شامل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ان کی اولاد نے جن میں ایک لاکھ سے اوپر انبیاء کرام بھی گزرے ہیں، علم اور تحریر کی ترویج و اشاعت کی حتیٰ کہ یہ سلسلہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔ ابتدائے آفرینش سے قلم اور علم میں باہمی رشتہ و تعلق چلا آرہا ہے۔ قلم کی شاخ سے علم کی کونپل پھوٹی ہے۔ اوّلین وحیٔ مبارک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ۝ (القرآن الحکیم، سورہ علق)

آپ (قرآن پاک) پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے اسے اشاعت علم کا ذریعہ و واسطہ قرار دیا ہے۔ تاریخ کے ابتدائی زمانہ میں تحریر کی مختلف شکلیں تھیں آہستہ آہستہ انسان کا جمالیاتی ذوق اس میں محاسن پیدا کرتا چلا گیا۔ مفسرین و مؤرخین کا بیان ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام کو خطّاطی و خوشنویسی کا ہُنر عطا کیا گیا۔

مؤلف ''التعریف والاعلام'' نے بروایت حضرت عمر بن عبدالبر لکھا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ وسلم نے فرمایا:

اوّل من كتبَ بالعربية اسمٰعيل عليه السّلام

اوّل جس نے عربی زبان لکھی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔

ابن ندیم کا بیان ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے فرزندانِ گرامی نفیس، نصر، تیماء اور دومہ نے خطِ عربی کی ترویج و اشاعت کی۔ بعد میں ان کا اندازِ خط حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبیلہ نبطی کی نسبت سے خطِ نبطی مشہور ہو گیا۔

خطِ نبطی میں حمیر بن سبا یمنی نے مزید محاسن پیدا کئے۔ اس کا اندازِ تحریر خطِ حمیری کے نام سے مشہور ہوا جو حجاز مقدس میں بہت مقبول ہوا۔ اہل حیرہ (کوفہ) نے بھی خطِ نبطی میں اصلاحات کیں جس یہ خطِ حیری کہلانے لگا۔ حیرہ شہر کوفہ کا پرانا نام ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں حجازِ مقدس کے شہروں حمیر اور حیرہ میں کتابت کا رواج تھا۔ اسی نسبت سے رائج الوقت خط، خط حمیری اور خط حیری کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ یہ دونوں خط آپس میں مشابہ بھی تھے۔

Marfat.com

مروّجہ اسلامی خطّاطی کا آغاز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے ہوتا ہے۔آپ نزولِ وحی کے فوراً بعد بطورِ خاص کسی خوشخط صحابی کو یاد فرماتے۔وہ تختی، قلم، دوات لے کر حاضر ہوتے۔آپ نازل شدہ آیاتِ قرآنی انہیں قلمبند کرادیتے۔

حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے بسم اللہ میرے والد نے لکھی۔ یہ ربیع الاوّل ۳ھ کا واقعہ ہے۔اس لحاظ سے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جنھیں سب سے پہلے کتابت وحی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت خالد پانچویں مسلمان تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلاتے، ہیں لوح وغیرہ لے کر حاضرِ خدمت ہوتا۔اس پر لکھاتے اور پھر سنتے۔اگر کوئی غلطی ہوتی تو آپ صحیح کرادیتے۔ پھر میں اس کو لوگوں میں لاتا تھا۔(مجمع الزوائد)

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت لا یستوی القاعدون نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فلاں کاتب کو بلاؤ۔وہ تختی، دوات اور قلم لے کر حاضر ہوئے۔آپ نے ارشاد فرمایا:
یہ ''آیت'' لکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد حلقہ کئے لکھ رہے تھے۔ جو آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبوں سے لکھاتے تھے دوسرے صحابہ بھی اپنے واسطے لکھتے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مرتبہ صحابہ کرام کے لکھنے پڑھنے کا بطور خاص اہتمام بھی فرمایا مثلاً جنگِ بدر میں جو قیدی اور غلام گرفتار ہو کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہدایت فرمائی کہ اگر وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو انہیں رہا کردیا جائے گا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں علم تحریر اور حسن خط کا ذوق عام ہوا۔ حضور کے زمانۂ مبارک میں قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخے عام طور پر صحابہ کے پاس موجود تھے۔ بعض صحابہؓ نے خود لکھے اور اکثر نے لکھوائے۔

آخری وحیٔ مبارک ۳ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یہ وحی مقدس حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ نے قلمبند کی۔اس کے بعد نزولِ وحی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔

جناب رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کے کاتبان کی تعداد مختلف روایتوں کے مطابق پچاس سے اوپر بیان کی جاتی ہے جن میں مشہور تر یہ ہیں:

۱۔ ابان بن سعید بن العاص
۲۔ ابو ایوب الأنصاری
۳۔ ابو بکر الصدیق
۴۔ ابو سفیان
۵۔ ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الأسد
۶۔ أبی بن کعب
۷۔ الأرقم بن ابی الأرقم
۸۔ بریدہ بن الحصیب الأسلمی

Marfat.com

۹-ثابت بن قیس الأنصاری
۱۰-جعفر
۱۱-جہم بن سعد
۱۲-جہیم بن الصلت القرشی
۱۳-حاطب بن عمرو القرشی
۱۴- حُذیفہ بن الیمان
۱۵-حصین بن نمیر
۱۶- حنظلہ بن الربیع
۱۷-حویطب بن عبد العزی
۱۸-خالد بن سعید بن العاص
۱۹-خالد بن الولید
۲۰-الزبیر بن العوام
۲۱-زید بن ثابت
۲۲-السجل
۲۳-سعید بن سعید بن العاص
۲۴-شُرحبیل بن حَسَنہ
۲۵-طلحہ بن عبید اللہ
۲۶-عامر بن فُہیرہ
۲۷-العباس
۲۸-عبد اللہ بن الأرقم
۲۹-عبد اللہ بن أبی بکر
۳۰-عبد اللہ بن خطل
۳۱-عبد اللہ بن رواحہ
۳۲-عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ
۳۳-عبد اللہ بن سعد بن أبی السرح
۳۴-عبد اللہ بن عبد اللہ بن سلول
۳۵- عثمان بن عفان
۳۶-عقبہ
۳۷-العلاء الحضرمی
۳۸-العلاء بن العقبۃ
۳۹- علی بن أبی طالب
۴۰- عمر بن الخطاب
۴۱- عمرو بن العاص
۴۲- محمّد بن مسلمہ
۴۳-معاذ بن جبل
۴۴- معاویہ بن أبی سفیان
۴۵-معیقیب بن أبی فاطمہ الدوسی
۴۶- المغیرہ بن شعبہ
۴۷-نصرانی من بنی النجار
۴۸-یزید بن أبی سفیان رضی اللہ عنہم اجمعین

(کتاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -تألیف: الدکتور محمد مصطفیٰ الأعظمی صفحہ ۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵)

عہد صدّیقی، فاروقی، عثمانی وعلوی میں تدریجاً خطّاطی کو فروغ ہوا- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں جب دارالخلافہ کوفہ میں منتقل ہوا تو اہل علم وفضل کی ایک بڑی تعداد نے کوفے کو اپنا مسکن بنالیا- کوفہ میں خطّاطی کا نیا دور شروع ہوا- خطِ حمیری اور خطِ حیری میں اصلاحات ہوئیں- ان میں انداز حسن پیدا کیا گیا- اس طرح خطِ کوفی وجود میں آگیا-

مؤلف ''الفہرست'' کا بیان ہے کہ اسلام کے صدرِ اوّل میں حضرت خالد بن الہیاج تابعی رحمۃ اللہ علیہ پہلے شخص تھے جنھوں نے

Marfat.com

حسن خط سے قرآن پاک لکھا۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں تھے۔ خلیل بن احمد بصری نے ۶۰ھ میں خط حیری میں اصلاح کر کے مشہور خطِ کوفی ایجاد کیا۔ اس زمانہ سے قرآنِ کریم خطِ کوفی میں لکھے جانے لگے۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ قطبتہ المحرر پہلے خطاط ہیں جنھوں نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں خطِ کوفی سے چار خطوط ایجاد کیے۔ ان کے متبعین میں ضحاک بن عجلان، اسحق بن حماد، ابراہیم الشجری، یوسف الشجری شامل ہیں۔ اوائل عہدِ عباسیہ میں خشنام بصری اور مہدی کوفی خطِ کوفی کے استاد شمار ہوتے تھے۔

خطِ کوفی اور اس کی شاخیں:

خطِ کوفی، کتابتِ قرآن کریم کے سوا، کتبات، مساجد اور دیگر عمارات میں بھی مستعمل تھا۔ (تحقیقاتِ ماہر)

ابن مقلہ سے پیشتر مندرجہ ذیل قلم رائج تھے۔ یہ سب خطِ کوفی کی شاخیں ہیں۔

۱۔ قلم الجلیل : یہ دفتر انشاء کا مخصوص قلم تھا۔ اس خط میں صرف سلاطین کو خطوط لکھے جاتے تھے اور مساجد کے ابواب و محراب کے کتبات بھی اسی قلم میں ہوتے تھے۔ یہ اس عہد کا جلی خط تھا۔

قلم الجلیل سے دو شاخیں پھوٹیں:

۲و۳۔ قلم السجلات و قلم الدیباج : سجل بمعنی قبالہ و دستاویز اور دیباج معرب دیبا کا ہے جو ایک ریشمیں کپڑا ہے۔ دستاویزات کے قلم کا نام سجلات ہے۔

۴۔ قلم الطومار الکبیر : قلم السجلات اور قلم الدیباج کے امتزاج سے قلم الطومار پیدا ہوا۔

قلم طومار کی دو شاخیں ہیں۔

۵و۶۔ قلم ثلثین و قلم خرفاج : دربارِ خلافت سے عمّال کے نام مراسلت قلم ثلثین میں ہوتی تھیں۔ اس کے موجد ابراہیم الشجری تھے۔

۷۔ قلم زنبور: یہ طومار اور ثلثین سے پیدا ہوا ہے۔

۸۔ قلم المفتح : یہ قلم ثلثین اور سطر بخیلی سے اخذ کیا گیا ہے اس کو خطِ ثقیل بھی کہتے تھے۔ یہ خوبصورت قلم تھا۔

۹۔ قلم الحرم : خواتینِ حرم کے نام جو خطوط لکھے جاتے تھے یہ اس کا خاص قلم تھا۔

۱۰۔ قلم المؤامرات : امراء دولت میں جب باہمی مناقشات ہوتے تھے اور اصلاح و مشورہ کی ضرورت ہوتی تھی تو یہ خط استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۱۔ قلم العہود : سلاطین کے معاہدات اور دیگر دستاویزات کے لئے مخصوص تھا۔

۱۲۔ قلم القصص : قصے اور افسانے اس خط میں لکھے جاتے تھے۔

Marfat.com

علاوہ ازیں خطِ مدیح، خطِ مرصع، خطِ رباش، خطِ رخش ،خطِ بیاض اور خطِ حواشی بھی جاری تھے جو خوشنویسی اور کتابتِ کلام مجید سے مخصوص تھے۔

خطِ کوفی کی خصوصیات :

خطِ کوفی نہایت خوبصورت خط ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں جو طرزِ تحریر رائج تھی خطِ کوفی اس کی ذرا اصلاح یافتہ شکل ہے۔ ابتدائی زمانے میں لوگ قرآن پاک کی کتابت اور عام مراسلات اسی خط میں کرتے تھے۔ تین صدیوں تک قرآن پاک کی کتابت اسی خط میں معمول رہی۔ مساجد اور عمارات کے کتبوں کے لئے بھی یہ خط استعمال کیا جاتا تھا۔ قرآن پاک کی خطاطی کے لئے خطِ نسخ اور خط ثلث کے رائج ہوجانے کے بعد بھی ایک عرصہ تک سورتوں کے عنوانات خطِ کوفی سے مزین کئے جاتے رہے۔ برصغیر پاکستان وہند کی قدیم مساجد اور عمارات کے کتبے تو آج بھی اہلِ ذوق کی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی اب یہ خط مقبول عام ہورہا ہے۔ مسجدوں، مقبروں کے علاوہ اخباروں اور رسالوں میں بھی اس کے آرائشی نمونے نظر آرہے ہیں۔ خط کوفی کا تعلق زیادہ تر آرٹ اور ڈرائنگ سے ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ جو طالب علم جتنا اچھا آرٹسٹ ہوگا اتنا ہی اس میں حسن وجمال پیدا کرلے گا۔ اس میں نقاشی اور گلکاری کا ہُنر بھی کام آتا ہے۔ خط کوفی کے اصول لچکدار ہیں حسب پسند الف کا طول، ب کا عرض اور ج کی گولائی بنا سکتے ہیں لیکن حروف کی جو شکلیں قدیم سے رائج چلی آرہی ہیں ان کی مناسبت اور مشابہت قائم رکھنا لازم ہے۔

ہمارے دور میں تو خطِ کوفی نے اپنا میدان اور وسیع کرلیا ہے۔ عرب ملکوں کی مطبوعہ کتابوں کے سرورق اور رسائل و اخبارات کی سرخیاں اور پیشانیاں اس خط سے مزین ہوکر اہل نظر سے خراج تحسین لے رہی ہیں۔

محقق و ریحان : محقق بمعنی سخن استوار۔ بقول مؤلف ''الفہرست'' یہ خط ورّاقان عراقی نے خطِ کوفی سے ایجاد کیا۔ پڑھنے میں صاف ہونے کی وجہ سے محقق کہلایا۔ بقول مؤلف ''صبح الاعشیٰ'' خطِ محقق اسناد معتبرہ اور شاہی دستاویزات میں اختیار کیا جاتا تھا۔ خطِ محقق سے خط مطلق ایجاد ہوا، جو خطِ محقق کے حروف و الفاظ کو باہمد گر وصل و پیوند کرکے لکھا جاتا تھا۔

ریحان اصول میں خطِ محقق کے تابع ہے اور محقق کی خوبصورت تر شکل ہے۔ نازکی اور نفاست کی وجہ سے ریحان مشہور ہوا۔

محقق و ریحان کے ابتدائی خطاط قطبة المحرر، خالد بن الہیاج، ضحاک بن عجلان، اسحق بن حماد اور ان کے تلامذہ میں دو بھائی ابراہیم الشجری اور یوسف الشجری تھے۔ بعد میں ابراہیم الشجری کے شاگرد الاحول المحرر نے اس خطِ محقق و ریحان کے قواعد و قوانین روشن کئے اور ان کی درجہ بندی کی۔ مؤلف ''فرہنگ نفیسی'' کا خیال ہے کہ محقق ابن مقلہ کے ایجاد کردہ چھ خطوں میں سے ایک ہے۔ ''تحقیقات ماہر'' میں ہے کہ ''محقق سے ایک اور قلم ایجاد ہوا جس کا نام مطلق تھا۔ اس کے حروف متصل ہوتے تھے۔ یہ خط سرعت سے لکھا جاتا تھا۔ گویا یہ دفتری خطِ شکستہ تھا۔''

خطِ ثلث : ''اطلس خط'' میں ہے کہ قطبتہ المحرر، ضحاک بن عجلان اور اسحق بن حماد وغیرہ ہی خطِ ثلث کے مروج ہیں۔ مؤلف ''تاریخ الخط'' کا بیان ہے: پہلا شخص جس نے خطِ ثلث کے قواعد وضع کئے ابن مقلہ وزیر تھا۔ اسے خطِ ثلث، اس لئے کہتے ہیں کہ جو شخص اس خط سے واقف ہو وہ تین خط لکھ سکتا ہے:

۱۔ خطِ نسخ، ۲۔ خطِ محقق، ۳۔ ایک یہ خود۔ اسے امّ الخطوط بھی کہا گیا ہے۔

رسالہ خط میں مذکور ہے کہ خطِ ثلث کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ خطِ نسخ اس کے تابع اصول ہے اور ریحان تابع محقق اور رقاع تابعِ توقیع۔ اور یہ تینوں خط ثلث کے متبوع ہیں۔

راقم السطور کا خیال ہے کہ خطِ ثلث تمام خطوط میں ثلث کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا ماہر تہائی خطاطی پر حاوی ہوجاتا ہے۔ مؤلف ''خطاطی بغداد المعاصرین'' کا بیان ہے کہ:

خطِ ثلث سب خطوں سے خوبصورت، روشن اور مشکل ہے اور کوئی شخص اس وقت تک خطّاط نہیں ہوسکتا جب تک اس خط میں کمال پیدا نہ کرلے اور جو شخص خطِ ثلث لکھنے پر قادر ہوجاتا ہے وہ دوسرے خطوط بھی آسانی سے لکھ سکتا ہے۔

خطِ توقیع : خطِ توقیع اور رقاع خطِ ثلث کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ توقیع کے لغوی معنیٰ اس فرمانِ شاہی کے ہیں کہ جس میں مضمونِ قہر ہو۔ اس خط کو توقیع اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فرامینِ شاہی اور دفتر قضا کے احکام اس خط میں لکھے جاتے تھے۔ خلفاء و وزراء اپنی داستانیں اور مکاتیب بھی اس خط میں لکھتے تھے۔

محمّد طاہر المکی کا بیان ہے کہ خطِ توقیع ثلث اور نسخ کے درمیان ہے۔ اس کے اساسی قواعد یوسف الشجری نے وضع کئے اور اسے خطِ جلیل سے اختراع کیا۔

خطِ رقاع : رقاع جمع ہے رُقعہ کی بمعنی پُرزہ کاغذ۔ چونکہ حسابی کام رقعوں پر اسی خط میں ہوتا تھا اور نیز رقعات ومکاتبات کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے اس کا یہ نام ہوا۔ اس کی ترکیب ثلث و توقیع سے ماخوذ ہے۔ یہ توقیع سے لطیف تر ہے۔

خطِ غبار : اسے خطِ غبار اس لئے کہتے ہیں کہ غبار کی طرح نہایت باریک لکھا جاتا ہے کہ آنکھ اسے بمشکل پڑھ سکے۔ بقول صاحب ''صبح الاعشیٰ'' خط غبار کو رقاع اور نسخ سے اختراع کیا گیا ہے۔

خطِ مسلسل : بقول مؤلف صبح الاعشیٰ خطِ مسلسل کو احول المحرر نے اختراع کیا۔ تمام حروف باہم پیوستہ و متصل لکھے۔ اس لئے مسلسل نام ہوا۔

خطِ نسخ اور اس کی خصوصیات : ابن مقلہ (م ۳۲۸ھ) کو خطِ نسخ کا موجد قرار دیا جاتا ہے۔ ابن مقلہ نے جب یہ خط ایجاد کیا تو اس کا نام ''خطِ بدیع'' رکھا تھا۔ جلد ہی یہ خط اپنے حسن وجمال اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے کتابت قرآن مجید کے لئے مقبول عام ہوگیا۔ چونکہ بالعموم ایک مصحف دوسرے مصحف سے نقل کیا جاتا ہے اس لئے خطِ بدیع کا نام خطِ نسخ مشہور ہوگیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ چونکہ خطِ نسخ اپنے پہلے کے تمام خطوں کا ناسخ ہے یعنی اس کے وجود میں آنے سے تمام اگلے خط منسوخ ہوگئے اس لئے اس کا نام خطِ نسخ مشہور ہوا۔

خطِ نسخ کو خطوطِ اسلامی میں سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ گزشتہ ایک ہزار سال سے قرآن مجید اسی خط میں لکھے جارہے ہیں۔ کیونکہ یہ پڑھنے میں سب خطوط سے زیادہ آسان اور صاف ہے۔ خطِ نسخ کو عالم اسلام کے کامل ترین خط کا درجہ حاصل ہے اور صرف یہی وہ رسم الخط ہے جو مشرق و مغرب میں ہر جگہ یکساں طور پر متعارف ہے۔ اس خط کی ایک بنیادی خوبی یہ ہے کہ اس کے الفاظ کا پھیلاؤ عرض میں ہے۔ حروف پر اعراب اور نقاط اپنے صحیح مقام پر ڈالے جاسکتے ہیں۔ اس کے قرآنی رسم الخط ہونے کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے۔ خطِ نستعلیق کے وجود میں آنے سے پیشتر عرب و عجم میں اسلامی لٹریچر اسی خط میں لکھا جاتا تھا۔ پاکستان کی بعض علاقائی زبانیں سندھی، بلوچی اور پشتو آج بھی خط نسخ میں لکھیں جاتی ہیں۔

موجودہ زمانے میں ٹائپ کی ایجاد نے خطِ نسخ کی عظمت کو دو بالا کردیا ہے۔ خطوطِ اسلامی میں صرف یہی ایک خط ہے جو ٹائپ کے معیار پر پورا اترتا ہے کیونکہ اس کے حروف میں وہ تمام صلاحیتیں موجود ہیں جو ٹائپ کے لئے ضروری ہیں۔ اب تک خطِ نسخ میں بیسیوں قسم کے خوبصورت ٹائپ ڈھالے جاچکے ہیں اور اس سے کہیں زیادہ نمونوں میں ڈھلنے کی صلاحیت اس خط میں موجود ہے۔

الدیوانی : ترکی خطّاطوں کی ایجاد ہے۔ امراء روٗسا اور ملوک کے مراسلات خاص طور پر اس خط میں لکھے جاتے تھے۔ خطِ دیوانی نہایت حسین و جمیل خط ہے۔ یہ خط ہمایونی بھی کہلاتا ہے۔ بلند پایہ اسنادِ علمی اور عناوین کتب کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ عرب و عجم میں اس خط کی دلکشی مسلّم ہے۔ اس کی کتابت دقیق ہے لیکن نہایت درجہ نظر نواز ہے۔ آج کل اس کا بہت ذوق وشوق پایا جاتا ہے۔

جلی الدیوانی : "تاریخ الخط العربی" میں ہے کہ یہ خط فتح قسطنطنیہ کے بعد مشہور خطّاط ابراہیم منیف نے ایجاد کیا۔ نہایت حسین خط ہے۔ اس خط کی خاصیت یہ ہے کہ حروف آپس میں شاخوں اور پتوں کی طرح باہمد گر ملے ہوتے ہیں۔ اس میں حرکات اور چھوٹے چھوٹے نقاط بہت ہوتے ہیں جس سے حروف کا درمیانی خلاپُر ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ خط شاہی دستاویزات میں اختیار کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں سکوں، اسنادِ علمی اور عناوین کے لئے بھی تحریر کیا جاتا تھا۔ آج بھی اس کے شائقین پائے جاتے ہیں۔ اس خط کا پڑھنا اگرچہ دشوار ہے لیکن جمالیاتی شان کا حامل ہے۔

الاجازۃ : خط الاجازۃ ثلث اور نسخ کے امتزاج سے معرضِ وجود میں آیا ہے۔ اس کا موجد یوسف الشجری ہے۔ اس نے اس کا نام خطِ ریاسی رکھا تھا۔ مامون الرشید کے زمانے میں فرامین کی کتابت اسی خط میں ہوا کرتی تھی۔

الطغراء : انتہائی خوبصورت خط ہے۔ اپنی شکل میں صراحی کی طرح ہوتا ہے۔ اس میں تین الف یا تین لام اوپر اُٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ خطِ ثلث اور خط اجازہ سے تشکیل دیا جاتا ہے۔ عباسی دور میں ایجاد ہوا۔ اوّل اوّل صرف سلاطین کے نام ہی اس خط میں لکھے جاتے

Marfat.com

تھے۔ پھر عام لوگ بھی اپنے نام لکھوانے لگے۔ ترکی کے سلاطین عثمانی کے طغرے نہایت خوبصورت ہیں۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے نوع بہ نوع طغرے ہر دور میں لکھے گئے ہیں۔ آیاتِ قرآنی، احادیث نبوی اور اقوال حکیمہ بھی اس خط میں لکھے جاتے رہے ہیں۔ آج کل بھی یہ ذوق پایا جاتا ہے۔ اہلِ ہنر خوش نویسوں کا یہ پسندیدہ خط ہے۔

الرقعہ: یہ ایک انوکھا اور خوبصورت خط ہے۔ خطِ رقعہ کے حروف میں دوسرے خطوط کی نسبت سیدھا پن زیادہ پایا جاتا ہے۔ یہ نہایت سہولت سے پڑھا جاتا ہے۔ ممالکِ عربیہ کا رواں تحریری خط ہے۔ وہاں روزمرہ خط و کتابت اسی خط میں ہوتی ہے۔ تجارتی اعلانات اور اخبارات کی سرخیاں بھی عموماً اسی خط میں لکھی جاتی ہیں۔ یہ خط اب پاکستان میں بھی مقبول ہے۔

خط التاج: خطِ تاج مصری خطاط محمد محفوظ نے ۱۳۴۹ھ میں ایجاد کیا تھا۔ خوبصورت خط ہے اور مقبول ہے۔

(بشکریہ مجلہ "روایت" لاہور، شمارہ دوم، ۱۹۸۵ء)

خطِ نستعلیق: واضع و مخترعِ خطِ نستعلیق میر علی بن حسن تبریزی...... نسباً "سادات علوی" میں سے تھے۔ امیر تیمور اور اُس کے بیٹے شاہ رخ کے ہم عصر تھے۔ ان کا شمار مشاہیر عالم میں ہوتا ہے۔ عالم و فاضل اور زاہد و متقی شخص تھے۔ مولف "قواعد خطوط و ریحان نستعلیق" کا بیان ہے کہ وہ حافظِ قرآن پاک بھی تھے صاحبِ مرآۃ العالم نے انھیں "از دانایانِ ادب و دانش" لکھا ہے اور بقول سلطان مشہدی، وہ شاعر بھی تھے، چنانچہ فرماتے ہیں:

خطِ پاکش چو شعرِ اُو موزوں
ہست تعریف اوز حد بیرون

میر علی تبریزی ابتدا میں خطِ نسخ لکھتے تھے۔ میرزا سنگلاخ نے "تذکرۃ الخطاطین" میں لکھا ہے کہ وہ ہفت قلم خوشنویس تھے۔ سلطان علی مشہدی بھی فرماتے ہیں کہ وہ تمام خطوط پر حاوی تھے۔ بعد میں انھوں نے خطِ نسخ اور خط تعلیق کے امتزاج سے ایک نیا خط ایجاد کیا جو "خطِ نسخ تعلیق" کے نام موسوم ہوا لیکن بعد میں کثرتِ استعمال سے زبانوں پر "نستعلیق" جاری ہو گیا۔ اب "خط نستعلیق" ہی کے نام سے مشہورِ عالم ہے۔

مولف مرآۃ العالم لکھتے ہیں: "اکثر لوگوں کا خیال یہ ہے کہ میر علی نے خطِ نستعلیق اختراع کیا اور بعض متاخرین یہ کہتے ہیں کہ امیر تیمور کے دور سے پہلے کے بھی کچھ خطوطِ نستعلیق دیکھے گئے ہیں۔ میر علی نے اُن کی تکمیل کی ہے۔

میر علی تبریزی کو واضع خطِ نستعلیق ماننے والوں میں مورخین و تذکرہ نویسوں کی غالب اکثریت شامل ہے۔ متقدمین میں سے مشہور خوشنویس میر علی ہروی نے رسالہ "مدادالخطوط" میں لکھا ہے کہ میر علی تبریزی نے خطِ نستعلیق کو اختراع و ابداع کیا۔ صاحب تاریخ رشیدی کا بیان ہے: "خطِ نستعلیق ہرگز کہیں نہ تھا اور نہ سنا گیا، میر علی نے اسے اختراع کیا"۔ مولف گلستان ہنر لکھتے ہیں: "میر علی نے یہ خط وضع کیا اور اپنے فرزند کو اس کی تعلیم دی"۔ سلطان علی مشہدی نے تو حتمی طور پر اپنی نظم میں لکھا ہے۔

Marfat.com

نسخ تعلیق اگر خفی و جلی ست — واضع اصل خواجہ میر علی ست
تا کہ بودہ است عالم و آدم — ہر گز این خط نبودہ در عالم
وضع فرمودہ او ز ذہن دقیق — از خطِ نسخ و از خطِ تعلیق

مولانا جعفر تبریزی بایسنغری جو بیک واسطہ میر علی تبریزی کے شاگرد ہیں، میر علی ہی کو واضع الاصل قرار دیتے ہیں۔ ان کے ایک قطعہ میں جو اب کتابخانہ سلطنتی ایران میں ہے ترقیمہ یوں ہے۔

"کتبہ العبد المذنب جعفر الکاتب......... علی طریق واضع الاصل علی بن حسن السلطانی"

میر علی تبریزی کو متقدمین "قدوۃ الکتّاب" اور "ظہیر الدین" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ انھوں نے طویل عُمر پائی اور عالم پیری میں فوت ہوئے۔ بعض مورّخین نے ان کا سالِ وفات ۸۵۰ھ لکھا ہے۔ اُن کے آثارِ قلم دُنیا کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

میر علی تبریزی نے اپنے فرزند میر عبداللہ کو خطِ نستعلیق کی تعلیم دی۔ اُن کے ذریعے جلد ہی یہ خط مقبول و متداول ہو گیا۔ اہل ایران اسے "عروسِ خطوطِ اسلامی" کا نام دیتے ہیں۔

میر علی تبریزی کے سلسلۂ تلمذ میں مولانا فرید الدین جعفر تبریزی، مولانا اظہر، سلطان علی مشہدی، میر علی ہروی، محمد حسین کشمیری، میر عماد الحسنی، آقا عبدالرشید دیلمی، سیّد علی خان جواہر رقم، عبدالرحیم عنبریں قلم، ہدایت اللہ زرّیں رقم، محمد افضل لاہوری، قاضی نعمت اللہ لاہوری، حافظ نور اللہ، میر پنجہ کش، امام ویردی، مولانا سید احمد ایمن آبادی، شمس الدین اعجاز رقم جیسے اساتذۂ فن گزرے ہیں۔

امیر تیمور کے زمانے ہی میں اس خط کا شہرہ دُور دُور پہنچ گیا تھا۔ جلد ہی یہ خط ایران، افغانستان، اور برِّصغیر پاک و ہند میں پھیل گیا۔ برِّصغیر میں مغلوں کی آمد سے قبل قرآنِ مجید کے علاوہ دیگر کتابیں بھی عام طور پر خطِ نسخ میں لکھی جاتی تھیں۔ کتبے خطِ نسخ کے علاوہ خطِ ثلث، خطِ کوفی اور خطِ ریحان وغیرہ میں بھی لکھے جاتے تھے۔

خطِ نستعلیق بابر بادشاہ کے ساتھ برِّصغیر میں وارد ہوا۔ لکھنے پڑھنے میں صاف اور واضح ہونے کی وجہ سے آتے ہی مقبول ہو گیا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کم سے کم جگہ میں جلی سے جلی لکھا جاسکتا ہے۔ اس لحاظ سے کتبوں اور کتابوں کے لئے یہ خط بے حد موزوں ثابت ہُوا۔ مغلیہ عہد کے بعض عربی زبان کے کتبے بھی خطِ نستعلیق میں لکھے ہُوئے نظر آتے ہیں۔

فارسی زبان کے کتبے اور کتابیں جو پہلے خطِ نسخ میں لکھی جاتی تھیں، بابر کے زمانے ہی سے خطِ نستعلیق میں لکھی جانے لگیں۔ خطِ نسخ میں لکھی ہوئی کتابیں جب خطِ نستعلیق میں نقل کی گئیں تو ان کی ضخامت خاصی کم ہو کر رہ گئی۔ لکھنے میں نسبۃً وقت بھی کم لگا تو اہل علم نے اسے بے حد پسند کیا۔ قرآن پاک کی تفسیروں اور احادیث نبوی کی شرحوں کے لئے خاص طور پر یہ انداز اختیار کیا گیا کہ آیتیں اور حدیثیں تو خطِ نسخ میں اور اُن کی شرح خطِ نستعلیق میں تحریر کی جانے لگی۔ اس طرح متن و شرح میں صوری امتیاز بھی

Marfat.com

پیدا ہو گیا اور بڑی بڑی ضخیم اور وزنی جلدیں سمٹ کر ہلکی پھلکی خوبصورت کتابوں میں تبدیل ہو گئیں۔ نتیجتاً لاگت بھی کم آنے لگی۔ گویا کم خرچ بالا نشین کا مصداق ہو گئیں۔

خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کے حروف آپس میں مشابہ ہیں۔ الفاظ کے پیوندوں میں قدرے فرق ہے لیکن ایسا نہیں کہ صورت ہی بالکل مختلف ہو۔ خطِ نستعلیق کے دائرے خطِ نسخ کے دائروں کی نسبت زیادہ مدور ہوتے ہیں۔ خطِ نسخ کا پھیلاؤ عرض میں زیادہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ نستعلیق کے مقابلے میں جگہ اور وقت زیادہ لیتا ہے۔

جب اُردو زبان پروان چڑھی اور فارسی کے دوش بدوش کھڑی ہوئی تو انہیں خصوصیات کی بناء پر اس کے لئے خطِ نستعلیق ہی اختیار کیا گیا۔ شعراء کے مجموعہ ہائے کلام اور نثر کی کتابیں نہایت دلکش انداز میں لکھی گئیں اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ فارسی و اردو شاعری اور خطِ نستعلیق لازم و ملزوم ہیں۔ آج صدیاں گزرنے کے بعد بھی خطِ نستعلیق کی مقبولیت روز افزوں ہے اور اس سائنسی دَور میں بھی اس کی افادیت میں کمی نہیں آئی۔

پاکستان کے تمام اُردو اخبارات خطِ نستعلیق میں لکھے جاتے ہیں۔ چند سال پیشتر تک چھپائی کے لئے لتھو سسٹم چلا آرہا تھا جو سست بنیاد ہونے کی وجہ سے زمانے کی رفتار کا ساتھ دینے کے ناقابل تھا۔ آج کل ونڈائک سسٹم رائج ہے جو موجودہ زمانے میں سب سے خوبصورت اور تیز رفتار طریقۂ طباعت ہونے کے علاوہ کم خرچ بھی ہے۔

اخباری خطّاطی کے محاسن میں روزافزوں اضافہ ہورہا ہے۔ خوبصورت سُرخیاں مختلف رنگوں میں چھپ رہی ہیں۔ خبریں باریک سے باریک لکھی جارہی ہیں۔ ایک کالم میں اتنا مضمون سما جاتا ہے کہ کسی دوسرے خط میں ہو تو ڈیڑھ کالم میں آئے۔

خطِ نستعلیق پاکستانی خطّاطوں کو بے حد مرغوب ہے اور وہ شب و روز اس کی نوک پلک سنوارنے میں مشغول رہتے ہیں۔

دبستانِ نستعلیق:

تقسیم ملک سے قبل برصغیر میں خطِ نستعلیق کے تین دبستان لاہور، دہلی اور لکھنؤ میں قائم تھے۔ تینوں دبستانوں کا سرچشمہ ایک ہی تھا۔ ایک زمانے تک یہ تینوں ایک ہی روش پر چلتے رہے لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ہر دبستانِ خطّاطی کی روش جدا ہوتی گئی۔ آج یہ صورت ہے کہ لکھنوی نستعلیق دہلوی سے قدرے مختلف ہے اور دہلوی نستعلیق لاہوری سے جداگانہ۔ زمانۂ حال کے لکھنوی خوشنویسوں میں منشی شمس الدین اعجاز رقم مرحوم کا طرزِ خط پسندیدہ ہے۔ لکھنوی نستعلیق میں اصول و قواعد کا خیال بہت رکھتے ہیں خصوصاً خفی نستعلیق بہت صاف پختہ اور دلکش ہوتا ہے۔ نوک پلک غضب کی ہوتی ہے۔

دہلوی خوشنویسوں کے امام منشی محمّد یوسف مرحوم تھے۔ وہ گوجرانوالہ کے مضافات میں جنڈیالہ ڈھاب والا کے رہنے والے تھے۔ اپنے والد بزرگوار منشی محمّد الدین کے ساتھ بچپن ہی میں دہلی چلے گئے۔ فنِ خطّاطی انھیں ورثہ میں ملا تھا۔ نستعلیق میں انھوں نے اپنی ایک خاص روش قائم کی جس میں گھیرے دار حروف اُوپر سے کھڑے کھڑے عجب بہار دکھاتے ہیں۔ انھوں نے حروف کے قدیم پیمانوں میں بہت ہی لچک پیدا کردی ہے۔ نستعلیق جلی میں تو انھوں نے خطِ ثلث کی بعض خوبیوں کو شامل کیا ہے۔ لمبے لمبے

Marfat.com

الف، دراز مدیں، کشادہ بیضوی دائرے، حروف ایک دوسرے سے نکلتے ہوئے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ دہلی میں یہ طرز بہت مقبول ہوا۔ منشی محمد یوسف مرحوم قیامِ پاکستان کے بعد کراچی میں مقیم ہوئے۔ دہلی کی طرح یہاں بھی ان کی روشِ خط مقبول ہے۔ ان کے شاگردوں کا ایک حلقہ وہاں دادِ فن دے رہا ہے۔

لاہوری نستعلیق میں امام ویردی (م ۱۸۸۰ء) نے گزشتہ صدی میں ایک انقلاب پیدا کیا۔ خطِ جلی میں ان کا طرز منفرد اور دل نشیں تھا۔ ان کے بعد ان کی روش کو عبدالمجید پروین رقم نے اپنایا لیکن بعد میں پروین رقم مرحوم نے اپنے جدّت پسند ذہن اور شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی کے صائب مشوروں سے اصول و قواعد کا لحاظ رکھتے ہوئے حروف کی ساخت اور پیوندوں میں دلکش ترمیمیں کیں۔ ان کی روشِ خط امام ویردی کے طرز سے زیادہ مقبول ہُوئی۔ آج لاہور کے بیشتر خوشنویس انھیں کے انداز میں لکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کا اسلوب خط پروین رقم مرحوم سے قدرے جداگانہ ہے اور وہ مزید بانکپن پیدا کرنے میں مشغول ہیں۔ لاہوری نستعلیق میں ایک خاص۔ بے ساختگی، گداز، لوچ اور روانی ہے، حروف اُجلے اُجلے، نکھرے نکھرے اور خوب اجاگر ہیں۔ اس وقت پاکستان میں کراچی کے سوا تقریباً تمام شہروں میں لاہوری نستعلیق کی چھاپ نمایاں ہے۔

ہمارے زمانے میں منشی عبدالمجید پروین رقم کے علاوہ تاج الدین زرّیں رقم مرحوم اور محمد صدیق الماس رقم مرحوم نے نستعلیق نگاری میں بہت نام پیدا کیا۔ آج کل لاہور میں حافظ محمّد یوسف سدیدی، صوفی خورشید عالم خورشید رقم نستعلیق خفی و جلی کے ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ نستعلیق رقم محمّد اقبال ابن پروین رقم تھے جو گزشتہ سال انتقال کر گئے۔ کراچی میں عبدالمجید صاحب، سید امتیاز علی اور عبدالرشید رستم قلم مشہور خطّاط ہیں۔

لاہور کے نوجوان نستعلیق نگاروں میں جمیل احمد تنویر رقم، اصغر حسین انیس، اکرام الحق، محمّد انور حسین، عبدالرشید، محمّد خالد جاوید، علی احمد صابر، غلام رسول منظر، محمّد ہاشم اعظمی، منظور احمد انور، محمّد یوسف نگینہ، محمّد عباس، غلام رسول طاہر اور محمّد جمیل حسن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

(یہ مضمون مرتب کو کتابچے کی شکل میں حاصل ہوا)

Marfat.com

تاریخِ کتیبہ نویسی

عمارات کے کتبوں کی کتابت و ہُنر خط کا اصطلاحی نام ''کتیبہ نویسی'' ہے۔ یہ خطاطی کا ایک نہایت ہی حسین و دلفریب شعبہ ہے۔ خطاطی مسلمانوں کا عظیم ورثہ ہے۔ مسلمان فاتحین و تجار جس ملک میں بھی گئے انھوں نے اپنے آثار مساجد ومقابر کی صورت میں وہاں نصب کئے۔ چنانچہ آج صدیاں گزرنے کے بعد بھی ان مساجد و مقابر کے کتبات زبانِ حال سے ماضی کی داستانیں سنارہے ہیں۔ مسلمان ماہرین خط نے کتیبہ نویسی کے ایسے ایسے حیرت انگیز نمونے یادگار چھوڑے ہیں کہ تاریخ اقوام عالم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تاریخ اسلامی میں حضرت خالد بن الہیاج پہلے خوش نصیب خطاط ہیں جنھوں نے ولید بن عبدالملک (م ۹۶ھ) کے زمانے میں مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر سورہ ''والشمس'' آب زر سے لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ قرنِ اوّل و دوم میں صرف خطِ کوفی ہی عالم اسلام میں رائج تھا جو بتدریج تزئین و تحسین کی منزلیں طے کرکے ایک عدیم المثال خطِ اسلامی کی صورت اختیار کرگیا۔ چنانچہ اس دور کے کتبے اسی خط میں لکھے ہوئے پائے جاتے ہیں۔

خطاط ابن مقلہ :

تیسری صدی ہجری میں مشہور عالم خطاط ابن مقلہ (م ۳۲۸ھ) نے خطِ کوفی سے چھ خطوط محقق، ریحان، ثلث، نسخ، توقیع اور رقاع ایجاد کئے جنھیں ان کے تلامذہ نے فروغ دیا۔ پھر ابن البوّاب (م ۴۳۱ھ) نے ان خطوط میں رعنائی وزیبائی پیدا کی۔ اس کے بعد عالم اسلام کے شہرۂ آفاق خطاط یاقوت مستعصمی (م ۶۶۷ھ/۱۲۶۸ء) نے ابن مقلہ اور ابن البوّاب کے کام کو اوجِ کمال پر پہنچایا۔ یاقوت مستعصمی کے یہ چھ شاگرد مشہور ہوئے (۱) مبارک شاہ زریں رقم (۲) مولانا یوسف مشہدی (۳) ارغون کاملی (۴) سیّد حیدر علی جلی نویس (۵) نصر اللہ طبیب (۶) شیخ زادہ احمد سہروردی۔ ان اساتذہ نے تمام عالم اسلام میں اس فن کو پھیلادیا۔

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی آمد اور خطاطی و کتیبہ نویسی کی تاریخ یکساں پرانی ہے۔ چند سال پیشتر سرزمین سندھ میں بھنبھور (نواح ٹھٹھہ) کے مقام پر ایک قدیم ترین کتبہ دریافت ہوا تھا جو آج وہاں عجائب خانہ کی زینت ہے۔ راقم سطور نے ۱۹۶۴ء میں اس کی زیارت کی ہے۔ یہ کتبہ ایک معدوم مسجد کا ہے جو ۲۹۴ ہجری (۹۰۷ء) میں امیر محمّد بن عبداللہؒ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ یہ کتبہ نہایت صاف تزئینی خطِ کوفی میں لکھا گیا ہے۔

قطب الدّین کے دور کے خطاط :

برصغیر کی قدیم ترین قدرے محفوظ وموجود عمارات میں مسجد قوۃُالاسلام دہلی کا نام سرفہرست ہے۔ یہ مسجد ۵۹۴ھ میں سلطان قطب الدین ایبک ؒ (م ۶۰۷ھ/ ۱۲۱۰ء) کے فرمان سے تعمیر ہوئی۔اس کے کتبے کسی ماہر فن خطاط کی مہارت وکاوش کی گواہی دیتے ہیں۔ ۱۹۷۰ء میں ذوق دید مجھے کشاں کشاں وہاں لے گیا تھا۔ ماہر خطاط نے دیدہ زیب خط کوفی و ثلث وریحان میں خوب دادِ فن دی ہے۔

بعد کے سلاطین دہلی کے مختلف ادوار میں خطاطی بتدریج ترقی کرتی گئی۔ علائی عہد کے کتبے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ دیگر علوم وفنون کی طرح فن خطاطی کو بھی عروج وکمال عہد مغلیہ میں حاصل ہوا۔ بابر خود بھی خطاط تھا۔ اس کے عہد میں مولانا شہابُ الدین ہروی (م ۹۴۲ھ) مشہور عالم وشاعر و خطاط تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں بعض کتبات پر ان کا نام موجود ہے۔ ہمایوں کے زمانے میں بھی مولانا شہاب موجود تھے۔ چنانچہ نواح آگرہ میں ۹۱۸ھ میں تعمیر ہونے والی ایک مسجد کے کتبے بھی اُن کی یادگار ہیں۔ عہدِ ہمایونی کے ایک اور مشہور خطاط عبدالصمد شیریں قلم تھے۔ قلعہ کہنہ دہلی میں مسجد شیرشاہ سُوری کے کتبے بھی خطِ ثلث کا بہترین نمونہ ہیں۔

عہدِ اکبری کے خطاط:

عہدِ اکبری کے مشہور خطاط و کتیبہ نویس محمّد حسین کشمیری (م ۱۰۲۰ھ) تھے جنھیں اکبر نے ''زرّیں قلم'' کا خطاب دیا۔ ابوالفضل نے انھیں ''جادُو رقم'' لکھا ہے۔ یہ خطِ نستعلیق کے ماہر تھے۔ ان کے کتبے اب بھی بعض جگہ موجود ہیں اور اُن کی مہارت فن پر شاہدِ عادل ہیں۔

عہدِ اکبری خط ثلث و کوفی کے ایک عظیم الشان خطاط حسین بن احمد چشتی تھے۔ فتح پور سیکری کے فتح دروازہ، مسجد اور مزار حضرت شیخ سَلیم چشتی ؒ کے کتبے ان کے تحریر کئے ہوئے ہیں جو آج بھی اہل دانش و بینش کو دعوت نظارہ دے رہے ہیں۔ فتح پور سیکری اور آگرہ کی اکثر عمارات پر ایک اور نامور کتیبہ نویس میر محمّد معصوم (م ۱۰۱۹ھ) بن سید صنعائی کے فنّی شاہکار بھی موجود ہیں۔ یہ بلند پایہ فاضل وخطاط سکھر (سندھ) میں اپنے تعمیر کردہ مینار معمومی کے قریب ابدی نیند سورہا ہے۔ سلطان بایزید دوری بھی عہدِ اکبری میں خطِ نستعلیق کا مشہور خطاط و کتیبہ نویس تھا۔

میر عبداللہ مشکیں قلم (م ۱۰۳۵ھ) بھی عہدِ اکبری میں خطِ نستعلیق کے بلند پایہ خطاط و کتیبہ نویس اور عالم وشاعر تھے۔ انھوں نے عہدِ جہانگیری میں زیادہ شہرت حاصل کی۔ ان کا ایک کتبہ لوہاری منڈی لاہور کی ایک مسجد میں تاحال موجود ہے۔

عنبریں قلم :

عہد جہانگیری کا سب سے مشہور خطاط عبدالرحیم عنبریں قلم تھا۔ یہ عہدِ اکبری میں ہرات سے ہندوستان آیا۔ جہانگیر نے اسے عنبریں قلم کا خطاب دیا۔ اسی عہد کا ایک اور کتیبہ نویس احمد علی ارشد تھا۔ فتح پور سیکری کے بلند دروازے کے مغربی بازو پر اس کا ایک کتبہ بخطِ طغرا موجود ہے۔

عہد شاہجہانی میں عبدالحق بن قاسم شیرازی المعروف بہ امانت خاں (م ۱۰۵۰ ھ) نے کتیبہ نویسی میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ یہ افضل خاں وزیر شاہجہاں کا بھائی اور خط ثلث کا عظیم الشان خطاط تھا۔ سکندرہ (اکبر کا مقبرہ) کے دروازے پر کتبے اسی کے لکھے ہوئے ہیں۔ مشہور عالم ''تاج محل'' کی حیرت انگیز خطاطی بھی اسی بلند پایہ خطاط و کتیبہ نویس کے موقلم کا شاہکار ہے۔ ۱۹۷۰ء میں راقم سطور نے سفر ہند کیا تو یہی کشش مجھے آگرہ اور فتح پور سیکری بھی لے گئی۔ تاج محل اور فتح پور سیکری کے کتبوں کو دیکھ کر دیدہ و دل خوب محظوظ ہوئے۔ میری ادنیٰ رائے میں فتح پور سیکری کے کتبات فن خطاطی کے نقطہ نظر سے تاج محل کے مقابلے میں اعلیٰ و ارفع ہیں۔

شاہجہانی دور کا ایک نہایت ہی قابل ذکر کتیبہ نویس نوراللہ (م ۱۰۵۹ ھ) بن احمد معمار لاہوری تھا جس نے جامع مسجد دہلی کی پیشانی پر اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں۔ مسجد وزیر خاں لاہور (تعمیر ۱۰۴۴ ھ) اسی دور کی عظیم الشان یادگار ہے جو خطاطی و نقاشی کی جنت خیال کی جاتی ہے، اس میں محمّد شریف، حاجی یوسف کشمیری، محمّد علی اور ابراہیم نے خطِ طغرا، نسخ، ثلث اور نستعلیق میں کتبے نہایت عمدگی سے تحریر کئے ہیں۔ نستعلیق نگارانِ عہد شاہجہانی میں سرفہرست نام آقا عبدالرشید دیلمی (م ۱۰۸۱ ھ) کا ہے۔ آقا رشید شہرۂ آفاق خوشنویس امامِ فن خطاطی میر عمادالحسنی کے شاگرد و خواہر زادہ تھے۔ وہ ایران سے پہلے لاہور آئے اور پھر آگرہ میں مقیم ہوئے۔ ان کا خطِ نستعلیق برصغیر پاک و ہند میں بہت مقبول ہوا۔ ایک کثیر تعداد اُن سے مستفیض ہوئی۔ داراشکوہ بھی ان کا شاگرد تھا۔ آگرہ میں بعض جگہ اُن کے کتبے موجود ہیں۔

عہدِ عالمگیری میں سیّد علی خاں جواہر رقم (م ۱۰۹۴ ھ) بلند پایہ خطاط و کتیبہ نویس تھے۔ ان کے کتبے دکن میں بعض جگہ دیکھنے میں آئے ہیں۔ سلطان عالمگیر خود بھی خطاط تھے۔ انھوں نے دو قرآن پاک بخطِ نسخ تحریر فرمائے اور منقش و مذہب و مُطلّا کراکے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ بھجوادیئے۔ میر محمّد باقر اور ہدایت اللہ زرّیں رقم اور کفایت خاں بھی اسی دور کے ماہر فن خطاط تھے۔

لاہور میں فن خطاطی

سلطان عالمگیر کے شہزادے اور شہزادیاں خطاط تھیں، عالمگیر کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت رو بہ زوال ہوتی گئی۔ چنانچہ اس زمانے میں کتیبہ نویسی کے نمونے کچھ کم ہی ملتے ہیں۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر نسخ و نستعلیق کے خطاط تھے۔ انھوں نے بعض عمارات کے کتبے بھی تحریر کئے۔ اسی دور کے مشہور خطاط سیّد محمّد امیر رضوی المعروف بہ میر پنجہ کش دہلوی تھے۔ ان کے

Marfat.com

شاگردوں کی بڑی تعداد تھی۔ میر پنجہ کش کتیبہ نویسی میں بھی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں گولی سے شہید ہوئے۔

لاہور میں فنِ خطاطی کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز مشہور زمانہ خطاط امام ویردی (م ۱۸۸۰ء) سے ہوتا ہے۔ وہ خطِ نستعلیق کے امام اور اپنے عہد کے بے مثل کتیبہ نویس تھے۔ اُن کے شاہکار لاہور کے علاوہ لکھنؤ اور دیگر مقامات پر بھی موجود ہیں۔ لاہور میں سوتر منڈی کی ایک مسجد میں اُن کے کتبے ایک عرصے تک خوشنویسانِ لاہور کی مشق و اصلاح کا نمونہ و مرجع بنے رہے۔ اسی زمانے میں مولوی سید احمد ایمن آبادی اور احمد علی کشمیری بھی بلند پایہ خطاط تھے۔

امام ویردی کے بعد خطِ نستعلیق کے مشہور ماہر و مصلح عبدالمجید پرویں رقم (م ۱۹۴۶ء) نے سب سے زیادہ شہرت پائی۔ انھوں نے ابتدا میں امام ویردی اور مولوی سید احمد ایمن آبادی کی تقلید اختیار کی۔ بعد میں اپنی خداداد استعداد و صلاحیت اور شفاء الملک حکیم فقیر محمّد چشتی کے صائب مشوروں سے حروف ابجد کی ساخت اور الفاظ کے پیوندوں کی پرداخت میں انھوں نے نہایت حسین و دل کش ترامیم کیں، ان کی روشِ خط اور طرزِ نگارش کو قبول عام حاصل ہوا۔ حضرت سیّد نا علی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش ؒ کے مزار پُر انوار پر ان کے کتبے دیدہ و دل کو فرحت بخشتے ہیں، علاوہ ازیں متعدد مساجد و مقابر کے کتبے ان کے فنی معراج پر شاہد ہیں۔

پرویں رقم کے معاصر خطّاطوں اور کتیبہ نویسوں میں حاجی دین محمّد (م ۱۹۷۲ء) خاص طور قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے بلاشبہ لاہور سے حیدر آباد دکن تک ہزاروں مساجد کی پیشانیوں کو اپنی تحریروں سے آراستہ کیا۔ اسی دور میں منشی تاج الدین زریں رقم اور منشی محمد صدیق الماس رقم مرحوم نے بھی نستعلیق نگاری میں بڑا نام پیدا کیا۔ خطِ نسخ و ثلث ہندی کے چند مشاق و ماہر خطّاط و کتیبہ نویس یہ ہیں:

مولوی محمّد قاسم لدھیانوی "سلطانُ القلم"، مولوی محمّد عبداللہ وارثی، مولوی محمّد الدّین جنڈیالوی ثم دہلوی (والد یوسف صاحب کراچی) مولوی حکیم محمّد چراغ، مولوی محمّد حسین عادلی، مولوی محمّد یعقوب سہار نپوری اور سیّد محمّد اشرف علی "سیّد القلم"۔

قیام پاکستان کے بعد کتیبہ نویسی کے چند بہترین نمونے مزارِ اقبال اور مینارِ پاکستان پر قابل دید ہیں۔

حرفِ آخر:

کتیبہ نویسی کی تاریخ بیان کرنے کے بعد آخر میں مجھے اپنی ایک خلشِ دل کا اظہار بھی کرنا ہے۔ اُمید ہے کہ اہل فکر و نظر اور ارباب فضل و ہُنر توجہ فرمائیں گے۔ چند روز قبل اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بانئ پاکستان کے مقبرے پر معروف آرٹسٹ مسٹر صادقین آیاتِ قرآنی تحریر کریں گے۔

"بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است"

Marfat.com

مسٹر صادقین نے پچھلے چند سالوں سے "تجریدی کتابت" شروع کر رکھی ہے۔ ان کے نمونے ہماری نظر سے گزرتے رہتے ہیں۔ مسٹر صادقین اگر بُرا نہ مانیں تو ہم انہیں مشورہ دیں گے کہ وہ باقاعدہ خطاطی سیکھیں اور جملہ اقسامِ خط کی معرفت و مہارت حاصل کریں۔ ان شاء اللہ پھر خود ہی وہ اندازہ کرلیں گے کہ اُن کی اس "تجریدی کتابت" کا مقام و معیار کیا ہے اور اگر ان کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نئی چیزیں پیش کر رہے ہیں تو عرض یہ ہے کہ ہر نئی چیز خوبصورت نہیں ہوتی وہ بدزیب بھی ہو سکتی ہے۔

مسٹر صادقین کی مصوری سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ اُن کی مصوری کے بارے میں جناب عبدالرحمن چغتائی اور استاد اللہ بخش ہی کوئی رائے دے سکتے ہیں۔ ماہر تعمیرات و آثار قدیمہ کی حیثیت سے ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی سے مشورہ لیا جاسکتا ہے کہ آیا مسٹر صادقین اس مقبرے پر کتبہ نویسی کے اہل ہیں یا نہیں اور جہاں تک خطاطی اور آیاتِ قرآنی کی کتابت کا تعلق ہے یہ بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ مسٹر صادقین کا انتخاب کسی بھی لحاظ سے موزوں نہیں۔ اہل علم پر واضح ہے کہ قرآنِ پاک کا اپنا ایک خاص الہامی رسم الخط ہے۔ اس کی املاو انشاء نادر و بدیع ہے۔ محققین نے اس کی خطاطی کے لئے عدیم النظیر خطوط ایجاد کئے ہیں جو عالم اسلام میں مروج ہیں۔ مسٹر صادقین قرآنِ پاک کے املائی دقائق و نکات اور اس کی منفرد و عدیم المثال خطاطی کے فنی رموز سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ مسٹر صادقین کو یاد ہوگا کہ گزشتہ سال لاہور کے ممتاز خوشنویسوں کو جب انہوں نے عجائب گھر میں اپنی مکتوبہ سورہ یٰسین دکھائی تو ان اساتذۂ فن نے متعدد املائی اغلاط کی برملا نشان دہی کی جس کا وہ کوئی معقول جواب تو نہ دے سکے، لیکن اپنی بے ہُنری پر بضد رہے۔ افسوس کہ آج تک ان اغلاط کی اصلاح نہیں کی گئی۔ حکومت پاکستان کی مقررہ طباعت قرآن کمیٹی سے درخواست ہے کہ وہ متن قرآن پاک کے املائی تغیر و تحریف کا سدباب کرے اور قرآنی رسم الخط کی حفاظت کے سلسلے میں اپنا فرضِ منصبی ادا کرے۔ نیز التماس ہے کہ وہ مقبرے پر مروجہ اسلامی خطوط، کوفی، ثلث، نسخ، نستعلیق، طغرا، ریحان وغیرہ میں کتابت کا اہتمام کرے اور کسی ایسے "تجریدی خط" کے رواج کا ذریعہ نہ بنے جس پر مغربیت کی چھاپ ہو۔ کمیٹی اس پہلو پر بھی غور کرے کہ مسلمان غیر ملکی سیاح اور خصوصاً ممالک اسلامیہ کے دانشور جب مقبرے پر "تجریدی کتابت" اور "خطِ بے ہنری" دیکھیں گے تو وہ پاکستانی خطاطی کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے اور قرآنی رسم الخط کی تحریف و تغییر سے ان کے جذبات کتنے مجروح ہوں گے۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
که دل آزرده شوی ورنه سخن بسیار است

آخر میں خاص طور پر یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اس گئے گزرے دور میں بھی ہمارے ہاں ایسے خطاط موجود ہیں جن کے فنی کمالات عہدِ مغلیہ کی یاد تازہ کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نستعلیق نگاری میں دُنیا کا کوئی ملک پاکستانی خطاطوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور نسخ، ثلث، کوفی، طغرا، ریحان و دیگر مروجہ اسلامی خطوط بھی ایران و افغانستان سمیت انہیں عالم اسلام کے اکثر و بیشتر ممالک پر سبقت حاصل ہے۔

(بشکریہ روزنامہ امروز لاہور)

Marfat.com

خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کا تقابلی جائزہ

فن خطاطی کو فنون لطیفہ میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اسے علم کی اشاعت کا ذریعہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ اقراء میں صاف طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اسلامی خطاطی کا آغاز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے ہوتا ہے۔ اس زمانے میں خطِ حیری رائج تھا۔ عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی، عہدِ عثمانی اور عہدِ علوی میں تدریجاً خطاطی کو فروغ حاصل ہوا۔ خط حیری ہی بعد میں کوفی کہلایا۔

اسلام کے صدرِ اوّل میں خالد بن الہیاج پہلے شخص ہیں جنھوں نے حسنِ خط سے قرآن پاک لکھا۔ قرن اوّل و دوم میں صرف خطِ کوفی ہی عالم اسلام میں رائج تھا جو بتدریج تزئین و تحسین کی منزلیں طے کرکے ایک عدیم المثال خطِ اسلام کی صورت اختیار کر گیا۔ تیسری صدی ہجری میں مشہور عالم خطّاط ابن مقلہ (م ۳۲۸ھ) نے خط کوفی سے چھ خط محقق، ریحان، ثلث، نسخ، توقیع، اور رقاع ایجاد کیے جنھیں ان کے تلامذہ نے فروغ دیا پھر ابن البوّاب (م ۴۳۱ھ) نے اُن خطوط میں رعنائی و زیبائی پیدا کی۔ اس کے بعد عالم اسلام کے شہرہ آفاق خطّاط یاقوت مستعصمی (م ۶۶۷ھ/۱۲۶۸ء) نے ابن مقلہ اور ابن بواب کے کام کو اوجِ کمال پر پہنچایا۔ یاقوت مستعصمی کے چھ شاگرد مشہور عالم ہوئے:

مبارک شاہ زرّیں قلم، مولانا یوسف مشہدی، ارغون کاملی، سیّد حیدر علی جلی نویس، نصر اللہ طبیب، شیخ زادہ احمد سہروردی۔ ان اساتذہ کے ذریعے تمام عالم اسلام میں یہ فن پھیل گیا۔

نویں صدی ہجری میں خواجہ میر علی تبریزی نے خطِ نسخ اور خطِ تعلیق کے حسین امتزاج سے خطِ نستعلیق ایجاد کیا۔ برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی آمد اور خطاطی کی تاریخ یکساں پرانی ہے۔ سلاطین غزنی و غوری کے بعد سلاطین دہلی کے مختلف ادوار میں یہ فن بتدریج ترقی کرتا گیا۔

عہد مغلیہ خطّاطی کا عہد زرّیں کہلاتا ہے۔ دیگر علوم وفنون کی طرح فن خطّاطی کو بھی اس دَور میں عروج و کمال حاصل ہوا۔ بابر خود خطّاط تھا۔ ہمایوں خطّاطی کا قدردان تھا۔ اس کی ساتھ عبدالصمد شیریں قلم جیسے خطّاطان ایران ہندو پاکستان میں وارد ہوئے۔ اکبر کے زمانے میں بڑے بڑے خطّاط موجود تھے اور وہ ان کا بیحد قدر دان تھا۔ جہانگیر فنون لطیفہ کا شیفتہ تھا۔ اس کے بعد شاہجہان کے زمانے میں فن خطّاطی کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوئی۔ تاج محل، جامع مسجد، دہلی کی خطّاطی اس پر شاہد ہے۔

عالمگیر خود خطّاط تھے۔ قرآن پاک کی کتابت کرتے تھے۔ اُن کے زمانے میں شہزادے اور شہزادیاں بھی خطّاطی سے رغبت رکھتے تھے۔ ”مآثرِ عالمگیری“ کے مطابق انھیں قطعات لکھنے پر انعامات بھی دیئے جاتے تھے۔ حاجی اسمٰعیل خطّاط کو انھوں نے ”روشن قلم“ کا خطاب دیا۔ ایک دوسرے خطّاط حافظ محمّد باقر کو ”زریں قلم“ کے لقب سے نوازا۔ عالمگیر کے علاوہ

Marfat.com

دوسرے مغل سلاطین بھی خطاطی میں پوری دلچسپی لیتے رہے۔ آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر تو باقاعدہ خطاط تھے۔ ان سے لوگ اصلاح لیتے تھے۔ انھوں نے بہت سے خطاطوں کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ مشہور خطاط حافظ امیر الدین اور منشی ممتاز علی صاحب نزہت رقم نے اُن سے خطاطی سیکھی۔ الغرض مغلیہ دَور خطاطی کا نہایت تابناک دَور تھا۔

مغلوں کے بعد انگریز آئے۔ انھوں نے دیگر فنونِ لطیفہ کی نسبت خطاطی کے سلسلے میں نہایت بخل سے کام لیا اور فنونِ لطیفہ سے اسے کچھ علیحدہ ہی کر دیا گیا۔ لیکن ہمارے اہلِ فن خطاط اپنے فن کی عظمت کو بحال رکھنے میں پوری طرح کوشاں رہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے فنِ خطاطی اپنی پوری آب و تاب سے زندہ ہے۔

موجودہ دَور میں جبکہ وطنِ عزیز پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کی تحریک کا آغاز ہو چکا ہے۔ میں فنِ خطاطی سے دلچسپی رکھنے والوں سے عموماً اور حکومتِ وقت سے خصوصاً استدعا کرتا ہوں کہ وہ فنِ خطاطی کی گمشدہ عظمت کو بحال کرنے میں پورے خلوص سے قدم اٹھائیں۔ یہ فن مسلمانوں کا تہذیبی و ثقافتی ورثہ ہے۔ اس کی حفاظت ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اس سلسلے میں مَیں اپنے دیرینہ مطالبے اور اپنی پرانی تجویز کو دہراتا ہوں کہ خطاطی کی باقاعدہ کلاسیں جاری کی جائیں اور وہاں تمام خطوط سکھائے جائیں۔ میرے خیال میں اس کام کے لئے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج نہایت موزوں رہے گا۔ اس کالج کے ابتدائی دور میں بھی یہاں خطاطی کی کلاسیں باقاعدہ جاری تھیں جو بعد میں ختم کردی گئی تھیں، اب وہاں دوبارہ ان کا اجراء کیا جائے۔ جملہ خطوط کی تعلیم سے مخطوطہ خوانی میں بیحد مدد مل سکے گی۔ قدیم خطی نسخوں کو پڑھنے کا کام نہایت مشکل ہوتا ہے۔ جب تک خطوط سے واقفیت نہ ہو مخطوطہ خوانی کی مشکلات حل نہیں ہو سکتیں۔ آئندہ سال سے خطاطی کی تعلیم نویں دسویں جماعت میں شروع ہو جائے گی۔ اس کے لئے اساتذہ بھی اس کالج میں تیار ہو سکیں گے ورنہ خطاطی کی تعلیم کیسے ہو سکے گی۔ نیشنل کالج آف آرٹس میں بھی اس کا مستقل شعبہ ہونا چاہیے۔

ایک خاص مسئلے کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ہمارے ہاں چند سال سے اسکولوں میں خطِ نسخ رائج کردیا گیا ہے۔ کتابوں کے علاوہ بچوں کو لکھائی بھی خطِ نسخ ہی میں کرائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ اقدام نظر ثانی کا محتاج ہے۔ اوّل۔ تو خطِ نسخ ایک خالص فنی خط ہے۔ یہ کسی دَور میں بھی عام تحریری خط نہیں رہا۔ یہ بچوں کے بس کا نہیں ہے۔ خطِ نسخ کے تمام محاسن و خصوصیات تسلیم، مگر عرب ملکوں میں بھی نسخ کی بجائے خطِ رُقعہ عام تحریری خط کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ خطِ نسخ لکھنے میں زیادہ وقت لیتا اور زیادہ جگہ گھیرتا ہے۔ خطِ رقعہ کی خصوصیات خطِ نستعلیق میں بدرجہ اَتم پائی جاتی ہیں۔ یہ کم سے کم جگہ میں جلی سے جلی قلم کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔ جگہ بھی کم گھیرتا ہے اور وقت بھی کم خرچ ہوتا ہے۔ ہمسایہ ملک ایران میں اگرچہ خطِ نسخ کا ٹائپ کتابوں وغیرہ کے لئے رائج ہے لیکن بچوں کا عام تحریری خط نستعلیق ہی ہے جسے وہ رواں نستعلیق اور نستعلیق شکستہ کا نام دیتے ہیں۔ میں نے ایرانی نصاب کی کتابوں کو دیکھا ہے۔ خطِ نسخ کے ٹائپ میں ہونے کے باوجود اُن کی سُرخیاں، نظمیں اور مشقیں خطِ نستعلیق میں ہوتی ہیں۔ اس طرح بچے دونوں خطوں سے واقف ہو جاتے ہیں، کیونکہ خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق میں غایت درجہ مشابہت پائی جاتی ہے، اس لئے بچوں کے لئے ان دونوں خطوں سے واقف ہونا مشکل نہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں انگریزی کتابی ٹائپ اس انگریزی

Marfat.com

خط سے بہت مختلف ہے جو عام طور پر لکھا جاتا ہے لیکن بچے دونوں سے واقفیت حاصل کرلیتے ہیں۔ ہمارے بعض اخبارات میں خطِ نسخ اور خطِ نستعلیق کے بارے میں عملی تجربہ بھی کیا گیا ہے کہ خطِ نسخ میں لکھا ڈیڑھ کالم کا مضمون خطِ نستعلیق کے ایک کالم میں سما جاتا ہے۔ ہمارے غریب ملک پاکستان کے غریب بچوں کو سستی کتابیں مہیا کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ خطِ نستعلیق میں نصاب کی کتابیں چھاپی جائیں نیز بچے بدخطی سے بھی نجات پاجائیں گے۔ اسکولوں میں جو خط رائج ہے وہ خطِ نسخ کی بجائے "خطِ مسخ" کے زُمرے میں آتا ہے۔ پاکستانی بچوں کے لئے خطِ نستعلیق تمام خطوں سے زیادہ موزوں ہے۔

(بشکریہ روزنامہ آزاد لاہور، مورخہ ۲ نومبر ۱۹۷۷ء)

فنِ خطّاطی کا ارتقاء

کسی زبان کے حروفِ مفرد و مرکب اور الفاظ و کلمات کو حسنِ صوری سے آراستہ و پیراستہ کرنے اور قلم بو قلموں سے ان میں رنگارنگی پیدا کرنے کا نام خطّاطی ہے۔

ابتدائے آفرنیش سے قلم و علم کا باہمی رشتہ چلا آرہا ہے۔ قلم کی شاخ سے علم کی کونپل پھوٹی ہے۔ پہلی ہی وحیٔ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ○

ترجمہ: آپ (قرآن پاک) پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا، جو وہ نہیں جانتا تھا۔

گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگار عالم نے اسے اشاعتِ علم کا ذریعہ و واسطہ قرار دیا ہے۔

اسلامی خطّاطی کا آغاز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزولِ وحی کے وقت خاص طور پر کسی خوشخط صحابی کو یاد فرماتے وہ تختی، دوات، قلم لے کر حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نازل شدہ آیات قرآنی انھیں قلمبند کرادیتے۔ چنانچہ کثیر التعداد صحابہ کرامؓ میں سے پچاس سے زائد خوش نصیبوں کو کاتبانِ وحی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ صحابہ کرامؓ میں خوشنویسی کا ذوق عام ہوتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن پاک کے لکھے ہوئے نسخے عام طور پر صحابہؓ کے پاس موجود تھے۔ بعض صحابہؓ نے خود لکھے اور اکثر نے لکھوائے۔

عرب کے مشہور شاعر حضرت لبید رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہوئے تو انھوں نے قرآن نویسی کا شغل اختیار کیا، عہد صدیقی، عہد فاروقی، عہد عثمانی اور عہد علوی میں یہ ذوقِ خوشنویسی مزید ترقی کر گیا۔ عہد عباسی میں تو خطّاطی کو نہایت درجہ فروغ ہوا۔ خلیفہ المقتدر باللہ کے دَور میں تاریخ خطّاطی کی ایک نہایت اہم شخصیت ظہور میں آئی۔ یہ ابن مقلہ تھے (م ۳۲۸ھ) بلحاظ علم و فضل وہ یکتائے زمانہ خیال کیے جاتے ہیں۔ وہ تین عباسی خلفاء کے وزیر اعظم بھی رہے۔ ابن مقلہ نے خطّاطی میں بڑا انقلاب پیدا کیا اور کئی خطوط ایجاد کیے۔ ابن مقلہ کے بعد ابوالحسن علی بن ہلال البغدای المعروف بہ ابن البوّاب (م ۴۳۱ھ) نے بہت شہرت حاصل کی۔ ابن البوّاب کے بعد شہرۂ آفاق خطّاط یاقوت المستعصمی (م ۶۹۱ ھ) کا نام نامی آتا ہے۔ یاقوت کا فیضان ان کے چھ باکمال شاگردوں کے ذریعے پورے عالم اسلام میں جاری و ساری ہے۔

نویں صدی ہجری میں میر علی تبریزی نے خطِ نستعلیق ایجاد کیا جسے ایران، افغانستان اور برصغیر پاک وہند میں بہت فروغ ہوا (ہمارے اخبارات آج کل اسی خطِ نستعلیق میں لکھے جارہے ہیں)۔

مغلیہ دور حکومت خطّاطی کا عہد زرّیں کہلاتا ہے۔ ہمایوں، اکبر اور جہانگیر کے درباریوں میں نادر روزگار خطّاط موجود تھے جن میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں: خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، خواجہ سلطان علی، محمّد اصغر ہفت قلم، میر فتح اللہ شیرازی، محمّد حسین کشمیری زرّیں رقم، ملّا عبدالقادر اخوند، خواجہ ابراہیم حسین، عبدالرحیم عنبریں رقم، میر معصوم قندھاری، حسین بن احمد چشتی، میر عبداللہ مشکیں قلم، میرزا حسین اور احمد علی ارشد۔

شاہجہانی دَور میں خطّاطی کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ تاج محل آگرہ فنِ خطّاطی کا زندہ جاوید مرقع ہے۔ اس کے دَرودیوار پر متعدد بلند پایہ خطّاطوں نے اپنے فنّی کمالات کا مظاہرہ کیا ہے جن میں عبدالحق شیرازی عرف امانت خاں کا نام سرِ فہرست ہے۔ شاہجہانی عہد کے بلند پایہ خطّاط یہ ہیں: میر محمّد صالح کشفی تبریزی، میر محمّد مومن عرشی، عبدالباقی حداد یاقوت رقم، مولانا عصمت اللہ اور ملا باقر کشمیری۔ دربارِ شاہجہانی میں عظیم الشان خوشنویسوں کی بزم آراستہ تھی کہ ایک خستہ حال خطّاط وارد ہوا اور بارگاہِ شاہجہانی میں اس طرح عرض گزار ہُوا:

ایا خجستہ خصالے کہ ساکنانِ فلک
بر آستانِ تو دارند میلِ دربانی
چہ حاجت است کہ گوئیم حالِ خستۂ خود
کہ حالِ خستہ دلاں را تو خُوب می دانی

فریاد موثر تھی کارگر ثابت ہوئی۔ یہ گزارشِ احوال مطلاّ قطعہ کی صورت میں پیش کی گئی۔ فن شناس بادشاہ نے لکھنے والے کو اپنی آنکھوں پر بٹھایا۔ یہ نووارد خطّاط سر خیل خوشنویسانِ نستعلیق میر عمادالحسنی القزوینی کا شاگرد اور ہمشیرزادہ آقا عبدالرشید دیلمی تھا۔ میر عماد کی شہادت کے بعد آقا رشید نے ایران کو خیرباد کہا اور برصغیر پاک و ہند چلے آئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام فرمایا اور ان کی شہرت آگرہ تک پہنچی۔ شاہجہان نے ان کی بڑی قدرومنزلت کی اور شہزادہ داراشکوہ کا استاد مقرر کردیا۔ اسی دوران میں ان کے متعدد شاگرد ہوگئے۔ مؤلف ''تحقیقات ماہر'' نے لکھا ہے کہ اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو نستعلیق کا پہلا مرکز لاہور کو سمجھنا چاہیے۔ آقا رشید نے ۱۰۸۱ھ میں آگرہ میں وفات پائی۔ آقا رشید کے بعد ان کے تلامذہ اور متبعین نے خطِ نستعلیق کو خوب فروغ دیا۔ آقا رشید کا فیضان پورے برّصغیر میں پھیلا۔ ان کی ذات سے پاک و ہند میں خطّاطی کے تین دبستان قائم ہوئے جو آج تک جاری و ساری ہیں۔ (۱) لاہور (۲) دہلی (۳) لکھنؤ۔

لاہور کی سرزمین میں بڑے بڑے نادر روزگار خوشنویسوں نے فن خطّاطی کی داد دی جن میں خاص طور پر قابل ذکر یہ ہیں: آقائے ثانی محمّد افضل قادری لاہوری، حافظ نور اللہ، قاضی نعمت اللہ لاہوری، ہدایت اللہ لاہوری، مرزا امام ویردی، مولوی سید احمد ایمن آبادی، منشی عبدالغنی شیریں رقم، مولوی محمّد عبداللہ وارثی، شیخ احمد جوہر کانی وغیرہ۔

Marfat.com

لاہور میں خطِ نستعلیق کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز مرزا امام ویردی سے ہوتا ہے۔ یہ عظیم المرتبت امام فن خطاط انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں کابل سے لاہور آیا۔ نواب شیخ امام الدین گورنر کشمیر اور نوابانِ قزلباش سے ان کے گہرے روابط ہو گئے۔ ان سے خوشنویسانِ لاہور کی ایک بڑی تعداد مستفید ہوئی۔ مئی ۱۸۸۰ء میں امام ویردی نے وفات پائی۔ لاہور میں مدفون ہیں۔ مرزا کے معاصرین میں مولوی سید احمد ایمن آبادی کا نام سرفہرست ہے۔ مولوی صاحب کا حلقۂ تلامذہ وسعت کے اعتبار سے مرزا کے حلقے سے کم نہ تھا۔ ان کے تلامذہ میں منشی عبدالغنی عرف میاں نتھو اور مولوی محمد عبداللہ وارثی بھی شامل ہیں۔ ان کے فرزند خلیفہ نور احمد (م ۱۹۱۵ء) بھی اپنے وقت کے بلند پایہ خوشنویس تھے۔ مولوی سید احمد صاحب کے سلسلۂ تلامذہ میں عظیم خطاط پیدا ہوئے۔

مرزا امام ویردی اور مولوی سید احمد ایمن آبادی کے فنی کمالات کے نقوش ابھی ذہنوں میں تازہ ہی تھے کہ ایک اور شہسوار بڑے طمطراق سے خطاطی کے میدان میں آیا اور آگے بڑھتا ہی چلا گیا۔ یہ منشی عبدالمجید پرویں رقم تھے۔ کچھ اس نئی آن بان اور نئی شان سے یہ خطاط جلوہ گر ہوا کہ لوگوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ پرویں رقم مرحوم ابتداء میں مرزا امام ویردی کی تحریروں سے فیض یاب ہوئے۔ بعد میں انھوں نے جداگانہ روش نکالی۔

پرویں رقم کے فن کی چکاچوند روشنی میں ایک نوجوان خطاط نے اپنا قلم تراشا، قط لگایا اور صفحۂ قرطاس پر آبِ زر سے لکھنے لگا۔ یہ لوہاری دروازہ کا سجیلا، بانکا نوجوان تاج الدین تھا جو خطاطی کی تاریخ میں خطاط الملک منشی تاج الدین زریں رقم کے نام سے زندۂ جاوید ہے۔

لاہوری خطاطوں کا کارواں بڑی تیزی سے رواں دواں تھا اور منزل بہ منزل قطع کیے جا رہا تھا کہ دور پیچھے ایک شور بلند ہوا۔ لوگوں نے مُڑ کر دیکھا تو غبار کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ یہ ایک صحت مند دیہاتی نوجوان تھا جو اپنی پوری قوت سے سرپٹ دوڑ رہا تھا۔ اس نے کمال برق رفتاری سے آناً فاناً قافلے کو جا لیا۔ یہ محمد صدیق الماس رقم تھے۔ جنھیں خطاط العصر تسلیم کیا گیا۔

جناب پرویں رقم، زریں رقم اور الماس رقم نے اگرچہ براہِ راست اخبارات میں کام نہیں کیا لیکن بالواسطہ انھیں گہرا تعلق رہا۔ ان کے کثیر تلامذہ اخبارات سے وابستہ ہوئے اور اخباری خطاطی کو چار چاند لگائے۔ تعلق کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ ان اساتذۂ فن نے متعدد اخبارات کی پیشانیاں تحریر کیں۔ پرویں رقم مرحوم کی نوشتہ انقلاب اور نوائے وقت کی پیشانیاں ایک عرصہ تک اہل فن سے داد تحسین حاصل کرتی رہیں۔ اسی طرح الماس رقم مرحوم نے بھی بہت سے اخبارات کی پیشانیاں لکھیں جن میں زمیندار، آفاق، مغربی پاکستان، وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بعض مرتبہ انھوں نے نئے اخبارات کے لئے خوشنویس عملہ بھی مہیا کیا۔ چند سال پاکستان خوشنویس یونین کے صدر بھی رہے۔ ۱۹۶۱ء میں پہلا ویج بورڈ ایوارڈ انھیں کے عہد صدارت میں نافذ ہُوا۔

زریں رقم مرحوم نے زمیندار، احسان، شہباز، نوائے وقت، آزاد، احرار، انصاف، چٹان، کوہستان، سفینہ، جہاد کے علاوہ اور بہت سے اخبارات کی پیشانیاں تحریر کیں۔ پاکستان خوشنویس یونین کے صدر کی حیثیت سے تقریباً ہر نئے اخبار کے لئے خوشنویس عملہ آپ سے حاصل کیا جاتا تھا۔

Marfat.com

زرّیں رقم اخباری خوشنویسوں کے محسن عظیم تھے۔انھوں نے ۱۹۳۹ء میں خوشنویس یونین کی باگ ڈور سنبھالی اور اخباری خوشنویسوں میں کامل اتحاد پیدا کیااوران کے مشاہروں میں تدریجاً اضافے کرائے۔

تقسیم بّرصغیر کے بعد جناب زرّیں رقم نے اخباری خطاطی میں حیرت انگیز انقلاب برپا کیا۔انھوں نے اپنے صاحب فن شاگردوں کو مختلف اخبارات میں بھیج کر اخباری خطاطی کی کایا پلٹ دی۔اب سرخیوں کے لئے باکمال خطاط مقرر کیے جانے لگے۔اداریے اور ایڈیشنوں کے لئے خاص اہتمام ہونے لگے۔اس کا عجیب اثر رُونما ہوا کہ اخباری کتابت جو ماہرین فن کی نزدیک اب تک عیب خیال کی جاتی تھی، حسن و خوبی کی علامت بن گئی۔اس طرح منطقی طور پر اخباری خوشنویسوں کا معیار زندگی بھی بلند سے بلند ہوتا چلا گیا۔

آجکل وقت کے نئے نئے تقاضوں ساتھ ساتھ اخباری خطاطوں کے کام کی نوعیت میں بھی نمایاں تبدیلیاں رُونما ہوچکی ہیں۔ پہلے لتھو کتابت ہوتی تھی۔آجکل ونڈائک طرز رائج ہے جس کے لئے بٹر پیپر پر کتابت کرنا پڑتی ہے۔جو لِتھو کتابت کی نسبت مشکل ہے۔اسی طرح آفسٹ طریق طباعت بھی رائج ہے جس کے لئے آرٹ پیپر پر کتابت کرنا پڑتی ہے اور وہ مشکل تر ہے۔اخبارات کی کتابت پہلے کی نسبت خاصی باریک ہوچکی ہے جس سے نظر اور اعصاب خاصے متاثر ہورہے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ کام کرنے کے بعد عینک کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

کاپی پیسٹنگ کا کام جو پہلے ایڈیٹر صاحبان کیا کرتے تھے عرصہ دس بارہ سال سے ہمارے خوشنویسوں کے سپرد ہے اور ڈسپلے کا کام اس پر مستزاد ہے۔رنگارنگ فیچر ایڈیشن شائع ہورہے ہیں۔خاص خاص اشاعتوں کو دلکش انداز میں مزین کیا جارہا ہے۔یہ سب ہمارے باسلیقہ و ہنر مند خطاطوں ہی کی کرشمہ سازیاں ہیں۔اگر کسی شخص نے بھارت کے اردو اخبارات کو دیکھا ہے تو اسے اندازہ ہوگا کہ پاکستانی اخبارات کا معیارِ حسن وجمال اور فن خطاطی کا اوجِ کمال ان سے منزلوں آگے ہے۔یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اس دَور میں ہمارے اخبارات میں ایسے ایسے خطاط موجود ہیں جن کے فنّی کمالات عہد مغلیہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نستعلیق نگاری میں دنیا کا کوئی ملک پاکستانی خطاطوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(یہ مضمون مرتب کو پمفلٹ کی شکل میں حاصل ہوا۔یہی مضمون روزنامہ امروز لاہور کی اشاعت مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو بھی شایع ہوا۔اب تمام اخبارات میں خطاطی کی بجائے کمپیوٹر کمپوزنگ ہوتی ہے)

Marfat.com

فن خطّاطی کو فروغ کیسے ہو؟

چند ٹھوس تجاویز

اسلامی خطّاطی کو اس کی تقدیس کی بنا پر تمام فنون لطیفہ میں اوّلیت و سبقت حاصل ہے۔ یہ تقدیس و تقدیم اسے کلام اللہ اور کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کی ہے، جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اوّلین وحی مبارک میں اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرماتے ہیں:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ۝ الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ۝ (سورۃ العلق)

ترجمہ: آپ (قرآن پاک) پڑھیے اور آپ کا رَب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

گویا قلم کو یہ شرف و اعزاز حاصل ہے کہ خود پروردگارِ عالم نے اسے اشاعتِ علم کا ذریعہ و واسطہ قرار دیا ہے۔

فن خطّاطی مسلمانوں کا تہذیبی و ثقافتی وِرثہ ہے۔ ہر مسلمان حکومت پر لازم ہے کہ اس کی سرپرستی کرے۔ فن خطّاطی کے احیاء و بقا اور فروغ وارتقاء کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں:

(۱) اسکولوں میں ابتدا ہی سے بچوں کو خوش خطی سکھانے کا انتظام کیا جائے۔ نویں و دسویں جماعت میں خطّاطی کو فنّی مضمون کے طور پر داخل نصاب کیا جائے۔ ایف اے، بی اے میں خطّاطی کو اختیاری مضمون کی حیثیت دی جائے۔ یونیورسٹیوں میں ایم۔اے خطّاطی کی کلاسیں جاری کرکے اس کی باقاعدہ تعلیم دی جائے۔ تقریری و تحریری امتحانات میں پاس ہونے والوں کو ایم اے (خطّاطی) کی ڈگری دی جائے۔ پھر خطّاطی پر مزید ریسرچ کرنے اور شاندار تحقیقی کام کرنے والوں کو ڈاکٹریٹ کی ڈِگری دی جائے۔

(۲) فن خطّاطی کی ترویج و اشاعت کے لئے ایک سہ ماہی رسالہ جاری کیا جائے، جس میں فنِ خطّاطی کی تاریخ، قدیم و جدید خطّاطوں کے حالاتِ زندگی اور اُن کے نمونہ ہائے خطّاطی نیز جملہ اقسام خط پر محققانہ مضامین تحریر کیے جائیں۔

(۳) بّرصغیر میں فن خطّاطی کی تاریخ پر تحقیقی کتابیں شائع کی جائیں۔ پاکستان کے قدیم و جدید خطّاطوں کے تذکرے جن میں ان کی خطّاطی کے نمونے بھی شامل ہوں، مرتّب کرکے شائع کیے جائیں۔

(۴) ریڈیو اور ٹیلیویژن سے خطّاطی کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری کیا جائے۔

(۵) آرٹ کونسلوں میں ناچ گانے کی غیر اسلامی ثقافت ختم کرکے اسلامی ثقافت کو فروغ دیا جائے۔

(۶) آرٹ کونسلوں اور عجائب خانوں کے زیرِ اہتمام ہر سال خطّاطی کی نمائشیں کرائی جائیں اور انعامات سے ہونہار خطّاطوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(۷) پاکستان کے ہر بڑے شہر میں خطّاطی کی گیلریاں قائم کی جائیں جن میں پاکستانی خطّاطوں کے نمونے رکھے جائیں۔

(۸) نیشنل گیلری اینڈ میوزیم آف کیلی گرافی قائم کیاجائے، جس میں دُنیا بھر کے قدیم وجدید اساتذہَ فن خطاطوں کے جملہ اقسامِ خط کے نمونے رکھے جائیں۔

(۹) ایک "ادارہَ تحقیقاتِ خطاطی" (ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف کیلی گرافی) قائم کیاجائے جو دُنیا بھر کے کتب خانوں سے فن خطاطی پر لکھی گئی کتابوں اور خطاطوں کے تذکروں کے مائیکرو فلم حاصل کرکے انھیں ایڈٹ کرائے اور پاکستان میں ان کی اشاعت کا انتظام کرے۔ اس ادارے سے خطاطی کی جدید تحقیقی کتابیں شائع کی جائیں نیز بلند پایہ خطاطوں کے نمونہ ہائے خطاطی کے مجموعے مرتب کرکے شائع کیے جائیں۔

(۱۰) نیشنل کالج آف آرٹس میں فن خطاطی کی باقاعدہ تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جائے۔

(۱۱) اسلامیہ یونیورسٹی اسلام آباد میں بھی فن خطاطی کا شعبہ قائم کیاجائے۔

(۱۲) پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے قیام کے ابتدائی زمانے میں وہاں خوش خطی کی باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی جو بعد میں ختم کردی گئی، اب چاہیے کہ وہاں خطاطی کی کلاسیں دوبارہ جاری کی جائیں۔ اُردو، فارسی اور عربی وغیرہ مضامین میں ایم۔اے اور پھر پی ایچ ڈی کرنے والے ادب و تاریخ کے محققین کو قدیم مخطوطوں سے اکثر واسطہ پڑتا ہے۔ قدیم خطی نسخوں کو پڑھنے کا کام نہایت مشکل ہوتا ہے۔ جب تک جملہ اقسامِ خط سے واقفیت نہ ہو مخطوطہ خوانی کی مشکلات حل نہیں ہوسکتیں۔ اس طرح ہمارے دانشور اپنے اسلافِ کرام کے علوم و فنون سے کماحقہ، مستفید نہیں ہوسکتے۔ اس ضرورت کے تحت یونیورسٹیوں کے شعبہَ فائن آرٹس میں خطاطی کو باقاعدہ شامل کیاجائے۔

(۱۳) اسکولوں اور کالجوں میں خطاطی کی تعلیم و تدریس کے سلسلے میں ممالکِ عربیہ خصوصاً مصر کے "مدرسة تحسين الخطوط" اور بغداد یونیورسٹی کے "معهد الفنون الجميلة" سے بھی کوائف حاصل کیے جائیں تاکہ اُن کی رہنمائی میں مؤثر اقدام کیا جاسکے۔

(۱۴) اسلامی ملکوں میں خطاطوں کے وفود بھیجے جائیں جو وہاں کی لائبریریوں، عمارات، مساجد و مقابر اور عجائب خانوں میں خطاطی کے عظیم الشان نمونوں سے بہرہ اندوز ہوں اور اسلامی ملکوں کے باکمال خطاطوں کو بھی پاکستان آنے کی دعوت دی جائے تاکہ وہ بھی یہاں کے فنی کمالات سے آگاہ ہوں۔

(۱۵) اسلامی خطاطی کا بیشتر تعلق عربی زبان سے ہے۔ خطِ نستعلیق کے سوا دیگر تمام اقسامِ عربی زبان ہی میں لکھی جاتی ہیں لہٰذا اسلامی خطاطی کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کو فروغ دیا جائے۔ مشہور مقولہ ہے کہ درخت کی شاخوں پر پانی چھڑکنے سے بہتر ہے کہ درخت کی جڑ میں پانی دیا جائے، عربی زبان کی آبیاری سے کچھ ہی عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ اس درخت میں کیسے کیسے خوبصورت پھل پھول آتے ہیں۔ عربی زبان الہامی زبان ہے، قرآنی زبان ہے، رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان

ہے۔ مسلمانوں کی مقدس زبان ہے، عالم عرب کی زبان ہے۔ مسلمانانِ عالم کو ایک مرکز پر لانے کے لئے عربی زبان سے بہتر اور کوئی ذریعہ موثر نہیں ہوسکتا۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا

تمام عجمی اسلامی ملکوں جن میں وطن عزیز پاکستان بھی شامل ہے، کو چاہیے کہ وہ پرائمری سے بی اے تک عربی زبان کو لازمی مضمون قرار دے دیں پھر پانچ سال بعد عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دے دیا جائے۔ کچھ عرصہ بعد آپ دیکھیں گے کہ پاکستانی قوم ملّتِ واحدۂ اسلامیہ میں مدغم ہوجائے گی۔ مسلمانانِ عالم کی زبان ایک ہوجائے گی، ان کے درمیان جو لسانی بُعد پایا جاتا ہے، ختم ہوجائے گا اور وہ ایک اُمّت مسلمہ کے رشتے میں منسلک ہوجائیں گے۔ دُنیا میں ایک مضبوط مسلم بلاک وجود میں آجائے گا۔ اس طرح عربی زبان دُنیا کی تمام انٹر نیشنل زبانوں پر غالب آجائے گی۔ پاکستان اسلامی مملکت کی حیثیت سے ایک امتیازی مقام حاصل کرلے گا۔ مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی رابطوں کو بھی فروغ ہوگا۔ اس طرح بھارت جو ممالکِ اسلامیہ کے ساتھ اقتصادی تعلقات استوار کررہا ہے، اور انھیں اپنی تجارتی منڈیاں بنائے چلا جارہا ہے، عربی زبان کی بُنیاد پر پاکستان کا مقابلہ نہ کرسکے گا۔ پاکستان کو مسلم ممالکِ عربیہ میں زیادہ سے زیادہ اثر و نفوذ کے مواقع ملیں گے۔ پاکستانی مسلمان عربی زبان سے والہانہ روحانی رشتہ رکھتے ہیں۔ پاکستان میں اس کا رواج تمام صوبوں کے لئے، قابلِ قبول ہوگا۔ پاکستان میں لسانی اختلافات کی بنیاد پر جو فتنے پیدا ہو رہے ہیں وہ بھی ان شاء اللہ معدوم ہوجائیں گے۔ سندھی، پنجابی، بلوچی، سرحدی سب جھگڑے آہستہ آہستہ مٹ جائیں گے۔ پاکستانی مسلمان ایک ہوجائیں گے۔

بھارت کی سرکاری زبان ہندی ہے، اُس نے تقسیم ملک، کے فوراً ہی بعد ہندی کو سرکاری زبان قرار دے دیا تھا، حالانکہ ہندی اُس کے کسی بھی صوبہ کی زبان نہ تھی، لیکن آج پورے بھارت میں ہندی زبان انگریزی زبان کی جگہ لے چکی ہے۔ بھارت میں اگر ہندی کو کامیابی سے رائج کیا جاسکتا ہے تو پاکستان میں عربی زبان کو بدرجۂ اولیٰ رائج کیا جاسکتا ہے۔

(۱۶) اسلامی خطّاطی کا ارتقاء و مستقبل پاکستان میں نفاذِ اسلام سے وابستہ ہے۔ کل میں نے جناب صدرِ پاکستان سے عرض کیا تھا کہ اسلامی خطّاطی کی بقاء بھی اسلام سے ہے اور اس کا ارتقاء بھی اسلام سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں خدمتِ اسلام کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وما علینا الاّ البلاغ

(راولپنڈی پریس کلب میں مورخہ ۱۹/ مئی ۱۹۸۱ء کو یہ تقریر پڑھی گئی)

ذخیرہ محمد اقبال مجددی لاہور

Marfat.com